

روشنی صبح کی روشنی!

”آئی ایم سوری، جنٹلمین!“ لاروش حسن نے لب بھنجتے ہوئے اپنی فائل تھامی اور خوبصورت فرنشڈ روم سے نکلا چلا گیا، اسے سی کی ٹھنڈک سے یکدم تپتی دھوپ نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ لٹے ہاتھ کی پشت سے پسینہ صاف کیا اور



قدیموں سے گھر کی جانب بڑھنے لگا۔ اس نے کسی بس کو ہاتھ نہیں دیا تھا پیدل ہی سوچوں میں گھرا چل رہا تھا، دو سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا، اور وہ دو سالوں سے ماسٹرز (اکاؤنٹنگ میں ماسٹرز کیا تھا) کی ڈگری لیے نوکری کی خاطر دھکے کھاتا رہ رہا تھا۔

لاروش حسن کے والد کی ڈیڑھ تھوڑی سی اور وہ 3 بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا، دونوں بہنیں بڑی تھیں، لاریب اس سے چھوٹی تھی اور انٹر سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی۔ قدسیہ بیگم (ماں) نے دن رات سلاخیاں کر کے اور بچے پڑھا کر اپنے بچوں کو تعلیم دلائی تھی اور یہ ان کی انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ دونوں بیٹیوں نے گریجویشن کیا تھا اور لاروش حسن نے ماسٹرز کیا تھا۔ لاروش کی منگنی ہو گئی تھی اور لڑکے والے شادی کے لئے زور ڈال رہے تھے۔ مگر قدسیہ بیگم ابھی شادی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھیں۔ ان کے پاس اتنے وسائل نہیں تھے کہ بیٹی کو جہیز دے سکتیں جبکہ ان کی دو بیٹیاں شادی کے قابل تھیں، وہ روز بھر لاروش حسن کی نوکری کی دعا کرتی تھیں۔

لاروش حسن دل گرفتہ سا سوچوں میں گھرا چل رہا تھا، جیسی ایک سیاہ کروڑا اس کے پاس رکی اور ایک جانا پہچانا چہرہ



اسے لٹ کی آفر دینے لگا۔ وہ پیدل ہی کافی دور تک چلا آیا تھا اور کافی تھک بھی گیا تھا، اسی لئے خاموشی سے کھلے فرنٹ ڈور سے اندر بیٹھ گیا، ورنہ عام حالات میں وہ اردل خان کی آفر بھی ایکسپٹ نہ کرتا، اردل خان اور لاروش حسن یونیورسٹی فیلو تھے۔ اردل خان ایک بگڑا ہوا ریکس زادہ تھا اور ان کی آپس میں کبھی نہیں بنی تھی، بعض اوقات نوبت ہاتھ پائی تک پہنچ جایا کرتی تھی اور قصور اردل خان کا ہوتا تھا۔

”کچھ پریشان لگ رہے ہو، کیا جاب نہیں ملی اب تک؟“ اردل خان ڈرائیونگ کرتے ہوئے دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

”نو کری ملنے کے لئے سفارش کی ضرورت ہوتی ہے، جو میرے پاس نہیں ہے۔“

”یہ تو تم نے بالکل درست کہا لاروش! مگر کب تک یونہی دھکے کھاتے رہو گے، وقت بہت آگے بڑھ گیا ہے اور یہ وہ دور ہے جب کوئی ہمیں ہمارا حق نہ دے تو اسے چھین لینا چاہیے۔“

”میں زبردستی تو کسی آفس کی سیٹ پر قبضہ نہیں جاسکتا۔“

”میرے ساتھ کام کرو گے۔ زیادہ مشکل کام نہیں ہے اور معاوضہ بھی اتنا ملے گا کہ تم نے اتنا پیسہ کمانے کا خواب میں بھی نہیں سوچا ہوگا۔“

”شٹ اپ! اردل خان! حرام کی کمائی سے گھر بھرنے سے بہتر ہے، میں یونہی دھکے کھاتا پھروں۔“

لاروش حسن سخت مشتعل انداز میں کہہ رہا تھا۔

”آج کل حرام اور حلال کے چکر میں کوئی نہیں پڑتا، پیسہ بس پیسہ ہوتا ہے، اور تم خود کو دیکھو جہاں کل کھڑے تھے آج بھی وہیں ہو، دو سالوں سے چند ہزار روپوں کی خاطر مارے مارے پھر رہے ہو، کیا کام آئیں تمہاری اعلیٰ ڈگریاں، نیک نامی اور شرافت؟ تم یونیورسٹی کے سب سے بریلیٹ اسٹوڈنٹ تھے مگر کیا فائدہ آج مجھے دیکھو میں وقت کی دوڑ میں تم سے کہیں قدم آگے بڑھ گیا ہوں اور میری بات مانو تو مجھ سے ہاتھ ملا لو زندگی سنور جائے گی اور تمہارے پاس بھی کل تک وہ سب کچھ ہوگا جو آج میرے پاس ہے دولت ہی دولت عیش ہی عیش لاروش حسن ایک بار سوچ کر دیکھو۔“

”مجھے ایسا عیش و عشرت نہیں چاہیے اردل خان! جو مجھے اپنا سکون اور ضمیر کا سودا کر کے حاصل ہو، میں خالی جیب ہی ٹھیک ہوں۔ میں حرام مال جمع نہیں کرنا چاہتا۔“ اردل خان کے بھرپور ٹیکر پر وہ ٹھوس لہجے میں بولا تھا۔

”میری بات پر غور کرنا یا نہ کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے، مگر میرا یہ کارڈ رکھ لو اچھا یا برا ہمارا بہت برسوں کا ساتھ ہے اور آڑے وقت میں مجھے پکارو گے تو اپنے نزدیک پاؤ گے۔“ اردل خان نے دوستانہ مسکراہٹ چہرے پر سجا کر کارڈ اس کی جیب میں ٹھونسا اور مصافحہ کر کے گاڑی میں بیٹھا اور حیران پریشان کھڑے لاروش حسن کو چھوڑ کر گاڑی آگے بڑھا دی۔

☆.....☆.....☆

قدیر بیگم نے اپنے بیٹے کے چہرے پر پھیلی مایوسی سے ہی جان لیا تھا کہ وہ آج پھر ناکام لوٹا ہے۔ لاروش ماں کو سلام کر کے اپنے کمرے میں آ گیا اور وہ پھر سے اپنے کام میں جت گئی تھیں۔ سلائی مشین کی اندر آتی آواز، لاروش حسن کو بے چین کر رہی تھی۔

”میری ماں آخر کب تک یونہی دوسروں کے کپڑے سیتی رہے گی۔“ وہ بے چین سا کروٹیں بدلتا جانے کب صو گیا تھا، اس کی آنکھ باہر سے آتی آوازوں پر کھلی تھی۔ اس نے اندازہ لگانا چاہا کہ کون ہے۔

”دیکھیے بہن! آپ دو سالوں سے آج کل کر کے ٹالے جا رہی ہیں، اب ہم اور زیادہ انتظار نہیں کر سکتے۔“ کمرے سے نکلتے ہوئے اس نے سنا اور رابعہ پر اس کی نگاہ پڑی جس کی آنکھیں روئی روئی لگ رہی تھیں۔ وہ دل پر جبر کرتا کمرے سے نکل گیا۔ جبکہ لاریب اسے آوازیں دیتی رہ گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

”اماں! اب نعمان (رابعہ کا منگیتر) کے گھر والے آئیں تو آپ ان لوگوں کو نزدیک کی کوئی تاریخ دیدیجیے گا۔“

”لیکن بیٹا! ابھی ہم کیسے کچھ کر سکتے ہیں، ابھی تو تمہاری نوکری۔“

”اماں! اس سب کی فکر آپ مت کریں، کیونکہ مجھے جاب مل گئی ہے، میرے ایک دوست نے نیا تیار فیس اسٹارٹ کیا ہے اور اسے قابل اعتماد اسٹاف کی ضرورت ہے، اور میں نے اس سے بات کر لی ہے۔ وہ مجھے ایڈوائس رقم بھی دے گا۔ بس سمجھ لیں اماں مشکل وقت ٹلنے والا ہے اور خوشیاں ہماری منتظر ہیں۔“ لاروش حسن نے بڑی عقیدت سے اپنی ماں کے آنسو صاف کیے۔

”بھایا! آپ تو بڑے کنجوس ہیں، اتنی بڑی خوشخبری سنائی ہے، یہ نہیں کہ آتے وقت مشائی ہی لیتے آتے۔“ مشائی کی شوقین لاریب اسے چائے کا کپ دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”خدا کا شکر ادا کرو، بھائی کو نوکری مل گئی ہے، اور منہ بیٹھا کرنا ہے تو باورچی خانہ سے چینی لے آؤ۔“ قدیر بیگم کے سادگی سے کہنے پر لاریب منہ بنانے لگی، جبکہ وہ تینوں ہنسنے لگے تھے۔

”سب کتنے خوش ہیں اور اگر ماں کو پتہ چل جائے کہ میں ان سے جھوٹ بول رہا ہوں۔ مجھے نوکری نہیں ملی میں نے تو ملک دشمنوں سے ہاتھ ملا لیا ہے، میں نے اپنے ضمیر کا سودا کر لیا ہے تو۔“ لاروش حسن بے بسی سے سوچا اپنے کمرے میں چلا آیا۔

☆.....☆.....☆

”لاروش حسن! یہ بریف کیس تمہیں کاؤنٹر کے پاس کھڑے لال ٹائی اور گرے شرٹ والے کالے سے فحش کو اس طرح دینا ہے کہ کسی کو شک نہ ہو۔“ اردل خان نے اچھی طرح سے سمجھا کے بریف کیس اسے دے دیا۔

”گھبراؤ نہیں، فرسٹ ٹائم تو ایسا ہوتا ہی ہے پھر عادت پڑ جائے گی۔“ لاروش نے کانپتے ہاتھوں سے بریف کیس تھا ما اور گاڑی سے اتر گیا۔

”مجھے لگتا ہے اردل! تو ہمیں مردائے گا، وہ ایڈیٹ ہے اس سے یہ سب نہیں ہو پائے گا۔“

”پہلی بار میری جان! سب کے قدم یونہی لڑکھڑاتے ہیں، اپنا وقت بھول گیا اور یہ تو ویسے بھی سچ اور حق کا علمبردار رہا ہے۔“ اردل خان نے کش لگاتے ہوئے بڑی بے رحمی سے کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی وہ قدم رکھ کھیں اور رہا تھا اور پڑ کھیں اور رہے تھے، اس کے دل میں آئی کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے اور وہ جانے کے لیے پلٹ گیا مگر بے بس ماں کا چہرہ اور معصوم بہنوں کا خیال آتے ہی وہ برائی کی جانب بڑھنے لگا۔ لاروش نے نظر گھمائی، مسافر آ جا رہے تھے، اسٹیشن پر لوگوں کا جھوم سا تھا، ہر جانب بھگدڑی مچ گئی تھی۔ وہ چلتا ہوا کاؤنٹر کے پاس کھڑے فحش کے برابر میں کھڑا ہو گیا اور بڑی احتیاط سے بریف کیس رکھا، ٹرین آنے کا وقت معلوم کیا اور شکریہ ادا کر کے دوسرا بریف کیس جو بالکل اس کے بریف کیس کے جیسا تھا اٹھا لیا اور واپسی کے لیے قدم بڑھا دیئے۔ کچھ دور جا کر ایک ٹیکسی کو ہاتھ دیا ڈھنس جانے کا کہہ کر بیٹھ گیا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے، ہمیشہ سچ کا ساتھ دینے والا جس نے ہمیشہ دوسروں کو غلط کام سے روکا آج اس کے قدم بہک گئے تھے، سچ اور حق کی آواز بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ ایک اچھا انسان حالات اور بے روزگاری کی چکی میں اس کے قدم بہک گئے تھے، سچ اور حق کی آواز بہت پیچھے رہ گئی تھی۔

”مجھے معاف کر دینا ماں! میں نے حالات سے سمجھوتا کرنے کے بجائے برائی کو گلے لگا لیا، مگر میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، میں یہ قدم نہ اٹھاتا تو راجہ آپ کی شادی ٹوٹ جاتی اور پھر مصیبت اور لاریب کی بھی تو شادی کرنی ہے۔ میں نے بہت مجبور ہو کر دو سال دھکے کھانے کے بعد یہ راہ چنی ہے۔ میں آپ سے شرمندہ ہوں مگر مجھے اس کے علاوہ کوئی راہ فرار نظر نہیں آئی۔“ لاروش نے آنسو صاف کیے اور کرایہ ادا کر کے اردل خان کے قلیٹ کی جانب بڑھ گیا۔

”یار دل! مجھے سمجھ نہیں آتا، آخر تو نے کیا سوچ کر لاروش کو اپنی ٹیم میں شامل کر لیا ہے۔“ لاروش کے جاتے ہی سیفی (سفیان احمد) نے اردل خان سے پوچھا جو اردل کا بچپن کا دوست تھا۔

”کرکٹ ٹیم، یا ہاکی؟“ اردل خان مسکرایا تھا۔

”میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔“ سیفی اپنی مسکراہٹ چھپاتا کھڑا ہوا اور ایک میں سے بوتل اٹھا کر گلاس بھر اور اس کی جانب بڑھا کر خود بھی گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔

”یار! یہ زندگی ہے اور زندگی میں بعض اوقات وہ کچھ ہو جاتا ہے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، اب لاروش حسن کو ہی لے لو اس کے ساتھ زندگی نے کتنا بڑا مذاق کیا ہے۔ یہ مجبوری بھی انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے، بہنوں کی شادی کے لئے اسے پیسہ چاہیے تھا، جو اس کے پاس نہیں تھا، اس نے ہم سے ہاتھ ملا لیا اب اس کی بہنوں کی شادی بھی ہو جائے گی اور وہ سب بھی اسے میسر ہو گا جو زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے، حلال کمانے کے لئے وہ کب تک بھگتا اب جو وہ کرتا ہے وہ ہی ٹھیک ہے۔“ اردل خان تلخی سے کہتے ہوئے دوسرا گلاس بھرنے لگا۔

☆.....☆.....☆

”تم کسی کام کے نہیں ہو، لاروش حسن! تم سے اتنا سا کام نہیں ہو سکا۔“

”میں نے اپنی سی کوشش کی تھی، بین ٹائم پر پولیس پہنچ گئی تو میرا کیا قصور۔“

”میں کوششوں پر نہیں محنت پر یقین رکھتا ہوں، تھوڑی سی محنت کرتے تو کچھ مشکل نہیں تھا، اور میں سمجھ نہیں پا رہا کہ جب وہ گھر خالی تھا تو پولیس کو انفارم کس نے کیا۔“ اردل خان نے غصے سے گلاس دیوار پر دے مارا تھا۔

”ہم نے سیٹھ کریم کو لوٹنے کا اس لیے پلان بنایا تھا کہ وہ کافی ٹگڑی آسامی ہے اور اس کے بیوی بچے ملک سے باہر ہیں اور اب یہی سیٹھ کریم دیوال جان بن گیا ہے، اس کی پہنچ اوپر تک ہے اور مجھے ڈر ہے کہیں احمد اپنا منہ نہ کھول دے، وہ ہمارا بہت پرانا ساتھی ہے اور کافی راز جانتا ہے۔“ سیفی بہت فکر مندی سے بولا تو اس نے ایک تیز نگاہ لاروش حسن پر ڈالی تھی، جو پولیس کے ڈر سے خود بھاگ نکلا، نہ لوٹا ہوا سامان ساتھ لایا اور نہ اپنے ساتھیوں کی پرداہ کی تھی۔

”احمد کی فکر مت کرو اسے تو اب راستے سے ہٹانا ہی پڑے گا“ کیونکہ ایک دفعہ جو پولیس کی نظروں میں آ جائے، اس کا ساتھ مشکوک بنا دیتا ہے۔ میری شہباز (جو پولیس انسپکٹر تھا اور ان کے ساتھ ملا ہوا تھا) سے بات ہو گئی ہے، احمد نے اب تک منہ نہیں کھولا ہے اس کا ان کاؤنٹر کا کہہ دیا تھا میں نے اپنی رضامندی دے دی ہے، تم میری سیٹھ کریم سے میسجنگ فکس کرو اور تم لاروش کچھ دنوں کے لئے روپوش ہو جاؤ اور ایک بات میری یاد رکھنا، 6 ماہ میں یہ پہلی غلطی ہوئی ہے اس لئے نظر انداز کر رہا ہوں، ورنہ میں رعایت کسی کو نہیں دیتا۔ اب تم دونوں جاسکتے ہو۔“ وہ دونوں اردل خان کو بیکر کی بوتل اٹھا کر دیکھ کر خاموشی سے باہر نکل گئے۔

☆.....☆.....☆

”بیٹا! چار ماہ قبل ہی تو ہم نے راجہ کی شادی کی ہے، اتنی جلدی مصیبت کی شادی کیسے کر سکتے ہیں؟“ قدسیہ بیگم جہاں اتنے اچھے رشتے پر خوش تھیں، وہیں اخراجات کو لے کر بہت فکر مند بھی تھیں۔

”اماں! آپ فکر نہ کریں اللہ کا نام لے کر لڑکے والوں کو ہاں کہہ دیں۔ لڑکا گرجوٹ ہے اور ایک پرائیویٹ کمپنی میں ملازم ہے۔ قسمت سے اچھا رشتہ آ گیا ہے تو اخراجات کی وجہ سے انکار نہ کریں، میں نے اپنے پاس سے بات کر لی ہے۔ وہ مجھے رقم قرض دینے کو تیار ہیں، جو ہر ماہ میری سٹری میں سے کٹ جایا کرے گا۔“

”میرا دل نہیں مانتا لاروش! کچھ پہلے دیئے تھے اور وہ تمہیں پھر دینے کو تیار ہیں، مجھے تو بڑا ڈر لگتا ہے بیٹا، اتنا پیسہ وہ تجھے دے رہے ہیں، کوئی غلط کام ہی نہ ہو، تو انہیں منح کر دے بیٹا۔“

”اماں! آپ بے وجہ ہی ڈر رہی ہیں، وہ میرے کام سے مطمئن ہیں، ان کا بزنس میری محنت کی وجہ سے چل رہا ہے، یہ سمجھ لیجیے اماں پیسہ ان کا اور محنت میری، اور جتنی محنت میں ان کے لئے کر رہا ہوں اپنے لیے کرتا تو لاکھوں روپے اور جائیداد کا مالک بن گیا ہوتا۔“ وہ ماں کو مطمئن کرنے کے لیے جھوٹ پر جھوٹ بول رہا تھا اور گزرے چھ ماہ میں اس نے اتنے غلط کام کیے تھے کہ ایک بار بھی ماں سے جھوٹ کہتے ہوئے اس کی زبان نہیں لڑکھائی تھی۔ جبکہ قدسیہ بیگم جیسے جیسے آسائشیں (ایک بہن کی شادی ہو گئی دوسری کی ہونے والی تھی فرزند قلیٹ) آتی جا رہی تھیں ویسے ویسے فکر مند بھی ہوتی جا رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

”لے لو یار! دوسروں کو تقسیم کرتے ہو، اور اب تک خود محروم ہو۔“ سیفی نے جس بھری سگریٹ لاروش حسن کو دینا چاہی تھی اور اس کے انکار پر مسکراتے ہوئے بولا اور اس کی ٹی میں بھی گروں دیکھ کر خود سلگائی اور دوش لگا کر لیٹی (اردل کی گرل فرینڈ) کے ساتھ بیٹھے، اردل خان کو دے دی جسے اردل خان نے لیٹی کو تھادی۔ لاروش حسن جو اس لڑکی کے گھٹیا لباس اور اردل خان کے ساتھ گھس کر بیٹھنے پر ہی شدید مشتعل ہو گیا تھا، کمرے میں پھیلنے دھوئیں نے اسے بچا و تاب کھانے پر مجبور کر دیا اور وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر اردل خان نے اسے جانے سے منع کیا تو وہ لب بھج کر ان کی غیر مہذبانہ حرکتیں دیکھ کر شرمندگی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جبکہ سیفی نے اس کے سرخ پڑتے چہرے کو بہت استہزاء ایہ انداز میں دیکھا اور چپ نہیں رہ سکا تھا۔

”یار دل! یا تو تم بیڈروم میں چلے جاؤ، یا کم از کم اسے ہی جانے دو۔“ اردل خان نے لیٹی کو اشارے سے اٹھنے کو کہا اور لاروش حسن کی طرف گھوما۔

”بی بیو لاروش حسن! میں جیسا ہوں ب کے سامنے ہوں یوں ناگواری دکھا کر تم ثابت کیا کرنا چاہتے ہو۔“ اردل خان نے بھرا ہوا گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر دیا وہ سخت غصے میں تھا۔

”میں نے تم سے کچھ نہیں کہا اردل خان! تم جو کرتے ہو وہ تمہارا اپنا فعل ہے، اگر مجھے یہ سب گھٹیا حرکتیں پسند نہیں ہیں تو تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے کہ میں یہاں بیٹھ کر دکھوں۔“ لاروش حسن غصے سے دھاڑا تھا اور شراب کی بوتل دیوار پر دے ماری تھی۔

”زیادہ پار سامنے کی ضرورت نہیں ہے لاروش حسن! تم میں اور ہم میں اب کوئی فرق نہیں ہے، شراب اور لڑکیوں سے دور رہ کر تم خود کو بہت مذہبی ہرگز ثابت نہیں کر سکتے، اگر ہم گندگی میں لتھڑے ہوئے ہیں تو ہاتھ تمہارے بھی صاف نہیں ہیں۔“

”میں تمہاری بات سے انگری کرتا ہوں سفیان! میں نے تم لوگوں کے ساتھ ایگرینٹ کیا ہے اور میں تم لوگوں کے کالے دھندے میں تمہارے ساتھ ہوں، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں شراب پیوں روز ایک نئی لڑکی کے ساتھ وقت گزاروں میں جس کام کا معاوضہ لیتا ہوں، وہ کام پوری ایمانداری سے کر رہا ہوں اور باقی سب باتیں صرف مجھ سے جڑی ہیں اور تم لوگ مجھے پریشان نہیں کر سکتے، میں جو کر رہا ہوں غلط کر رہا ہوں۔ مگر میں بہت مجبور ہو گیا تھا اور جب کوئی مجبوری پڑے گی، تو وہ بھی کر لوں گا جو تم لوگوں کی خواہش ہے، مگر جب تک مجھے اس گندگی سے دور رہنے دو، تم لوگوں کی نگاہ میں عورت کی عزت نہیں ہے اور اردل تم انہیں صرف خوب صورت رہا کر سکتے ہو۔ جسے چند دن سجا یا پھر ڈسٹ بن میں پھینک دیا، مگر میرے اندر ابھی اتنی انسانیت باقی ہے کہ دوسروں کی ماں بیٹیوں کو اپنی بہن بیٹیوں کی طرح عزت نہ دوں، تو کم از کم ان کی تذلیل بھی نہ کروں۔“ لاروش حسن اپنی بات کہہ کر کانٹھیں، انہیں حیران چھوڑ کر زور سے گیٹ بن کر گیا۔

”سنی تم نے اس کی بکو اس، اور مجھے تو لگتا ہے ایک دن اس کا ضمیر پوری طرح جاگ جائے گا اور یہ پولیس کے سامنے ہمارے خلاف منہ کھول دے گا۔“

”پلیز سیفی! ایسا کچھ نہیں ہوگا، مجھے معلوم ہے اس نے برائی میں جانے کے باوجود اسے دل سے اپنا یا نہیں ہے، مگر مجھے معلوم ہے وہ ایسا کچھ بھی نہیں کرے گا۔ جیسا تم سوچ رہے ہو، اور پلیز جو کام وہ نہیں کرنا چاہتا اس کے لیے اسے پریشان نہ کرو، اور وہ کب تک ان نعمتوں سے منہ موڑے گا، اور اپنا وقت بھول گئے، تم بھی تو شروع شروع میں ان چیزوں سے ایسا ہی بدکتے تھے۔“ اردل خان کی بات پر سفیان نے جھینپ کر اس کے کاندھے پر گھونسا مارا تھا اور وہ قہقہہ لگاتے ہوئے اسے کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔

”لیلی! میری منتظر ہوگی۔“ اردل خان نے اسے دیکھتے ہوئے آنکھ دہائی تھی اور ڈور بند کر کے لاک لگا دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

”اماں! میں چلتی ہوں آج مجھے دیر ہو جائے گی، پریکٹیکل ہے۔“ لاریب بیگ اور فائل اٹھا کر باہر نکل گئی۔

”صفیہ! صفائی کر لو تو تیار ہو جانا۔ زاہد کی ماں اور ہمیں آئیں گی شادی کا جوڑ اور جیولری وہ لوگ تمہارے ساتھ جا کر لانا چاہتی ہیں۔“ قدسیہ بیگم نے ناشتہ کرتی ہوئی صفیہ سے کہا۔ جو قدرے گھبرا گئی تھی۔

قدسیہ بیگم نے اسے پیار سے سمجھایا تو وہ کام نہانے لگی۔

”میرے روٹ کی بس تو آگئی ہے میں چلتی ہوں۔“ لاریب نے بے دلی سے اپنی دوست کو خدا حافظ کہا اور دین کا انتظار کرنے لگی، دن کے ڈھائی بج رہے تھے اور اسٹاپ پر لوگ نہ ہونے کے برابر تھے۔ گرمی بہت تھی، دھوپ سے بچنے کے لئے اس نے اسکارف ہاتھ تک کیا اور پسینہ صاف کرتے ہوئے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی، بس آ کے ہی نہیں دے رہی تھی۔ اسے اب تو گھبراہٹ ہونے لگی تھی، جیسی دوڑ کے اس کے دائیں بائیں آ کر کھڑے ہو گئے تو رہے ہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ وہ ان سے کچھ دور ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اب وہ دونوں اس پر ہونٹ کر رہے تھے اور وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پاتے ہوئے جلدی بس آنے کی دعا کرنے لگی۔ جبکہ ایک لڑکے نے گھٹیا انداز میں گانا گاتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی تھی، وہ بدک کر پیچھے ہوئی تھی اور وہ دونوں خباثت سے ہنس رہے تھے کہ سیاہ کروڑا لڑکی اور اس میں سے نکلنے والے شخص کو دیکھ کر وہ دونوں رنو چکر ہو گئے۔

”جھینکس!“ اردل خان نے ایک نگاہ اس پر ڈالی، واسٹ کمر کے یونی فارم جس کے دوپٹے پر لال رہن لگی تھی، سر اسکارف سے ڈھکا ہوا تھا، گلابی چہرہ میک اپ سے بے نیاز خوب صورت ڈارک براؤن آنکھیں جو آنسوؤں سے لبریز

تھیں، وہ بلاشبہ سادگی میں بھی بہت حسین لگ رہی تھی۔ اردل خان تو اسے دیکھے گیا۔

”آئیے مس! آپ کو گھر تک ڈراپ کر دوں۔“ وہ خوش دلی سے مخاطب ہوا۔

”نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے آپ نے میری مدد کی بہت شکر ہے بس آئے گی تو میں چلی جاؤں گی۔“

لاریب حسن گھبرا کر جلدی سے بولی اور صد شکر کہ اس کے روٹ کی بس آگئی تھی۔ وہ لپک کر اس میں چڑھ گئی۔ اردل خان کچھ دیر تک عالم بے خودی میں کھڑا رہا پھر سر جھٹک کر بہت مسکراتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا اور زن سے یہ جاوہ جا۔

☆.....☆.....☆

”اومائی گاڈ! دل! اب اتنا برا وقت آ گیا ہے کہ تو کالج گیٹ پر بھی کھڑا ہونے لگا، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کچھ تو اپنی رپوٹیشن.....“

”بکو اس نہیں سیفی! اور میں وہاں کھڑا نہیں تھا وہاں سے گزر رہا تھا۔“

”کہیں تجھے میں لاروش حسن کی روح تو حلول نہیں کر گئی، ورنہ تو اور کسی لڑکی کو غنڈوں سے بچائے گا، تو تو خود ان کے چکروں میں رہتا ہے۔“

”سیفی! خاموش ہو جا، اب ورنہ تیرا سر پھاڑ دوں گا، میں سیریس ہوں اور تجھے مذاق نہ رہا ہے۔“ اردل نے کشن کھینچ کر اسے مارا تھا۔

”یہ تو بتا میرے پیارے دوست تم کب سیریس نہیں ہوتے۔“

”سیفی! وہ بہت حسین اور محصوم ہے، میں تو اسے بھول ہی نہیں پار رہا۔“

”ہر لڑکی تجھے حسین لگتی ہے اور جب تک تو اپنا مطلب نہیں نکال لیتا، وہ جب تک حسین ہی رہتی ہے تو بھولتا تو بہت بعد میں ہے۔“

”تو اس قابل ہی نہیں کہ تجھے کوئی بات بتائی جائے۔“ اردل تپ گیا تھا۔

”لادے اس کا ایڈریس، شام تک آ جائے گی تیرے پاس۔“

”کون سا ایڈریس۔ میں تو اس کا نام بھی نہیں جانتا، وہ تو میرا قہقہہ نکس کہہ کر ہی بھاگ کر بس میں سوار ہو گئی تھی، بات ہو ہی نہیں سکتی۔“

”پھر میرے باپ تو کیا چاہتا ہے؟“ سفیان زنج آتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بولا۔

”صرف اتنا کہ تم اسے ڈھونڈو، وہ مجھے پہلی نگاہ میں ہی اچھی لگ گئی ہے۔“

”وہ تو لگ رہا ہے کل چلنا میرے ساتھ کالج پہچان کر وادینا باقی کام میرا ہے۔“ سفیان صوفی پر نیم دراز دھوئیں کے مرغو لے چھوڑ رہا تھا۔

”جو کرنا ہے جلدی کرنا ہے۔ میں زیادہ دن انتظار نہیں کر سکتا، میں اب گھر جا رہا ہوں، ڈیڈ سٹونی سے آگئے ہیں اور ایک بات لاروش حسن کی طبیعت خراب ہے کچھ دن نہیں آئے گا، چند دنوں میں اس کی بہن کی بھی شادی ہے میری جگہ تم چلے جانا زبردستی تو اس نے دعوت دی ہے۔“ (لاروش حسن ان کو بلانا نہیں چاہتا تھا مگر جب اردل خان نے خود سے کہا تو ایک کارڈ اسے بھی دے دیا) اردل نے سگریٹ پیروں تلے مسلی اور دو دو چار چار سیڑھیاں پھلا نکلا اترتا چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

”ہوا کیا ہے سینی! جانتا بھی ہے مجھے اپنی نیند کتنی عزیز ہے اور کوئی مجھے سوتے سے اٹھائے مجھے سخت زہر لگا ہے۔“ اردل جو اس کے ہنچوڑنے پر اٹھا تھا۔ چڑچڑے پن سے کہنے لگا جبکہ سینی کی شکل پر بارہ بج رہے تھے۔
”اردل! لاہور والے کلب میں پولیس ریٹ پڑ گئی ہے۔“
”واٹ.....؟“

”اور یہ سب تمہاری چیتھی لیلیٰ کی وجہ سے ہوا ہے، اسی نے تجری کی ہے، وہ ایک کال گرل ہے اور پولیس کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور تم نے محبت میں جو سیکریٹ اسے دیئے تھے، وہ اس نے لوہن کر دیئے ہیں۔“ سفیان نے کھل کر ساری بات بتائی تو اس کی نیند بھک سے اڑ گئی۔

”ڈیڈ! اسے بات ہوئی تمہاری، وہ کہاں ہیں اس وقت؟“

”یہ ساری انفارمیشن انکل ہی نے کلیکٹ کی ہیں وہ بھی سخت مشتعل ہیں۔ رات تو انہوں نے تمہیں بتانے سے منع کر دیا تھا۔ مگر جب لیلیٰ سامنے آئی۔ تو مت پوچھو انہیں تم پر کتنا شدید غصہ آیا اور اس وقت تم انکل کے سامنے ہوتے تو جانے کیا ہوتا۔ فی الحال تو انکل بات دبانے کے لیے لاہور چلے گئے ہیں کچھ ہی دیر ہوئی ہے انہیں نکلے۔“

”اتنا کچھ ہو گیا اور تم مجھے اب بتا رہے ہو۔“ اس نے غصہ میں کہا۔

”انکل نے منع کر دیا تھا اور اب بھی صرف اس لیے بتایا ہے کہ کسی اور سے پتا چلنے کے بعد مشتعل ہو کر تم غلط قدم نہ اٹھاؤ، اور سب کچھ جاننے کے بعد کم از کم لیلیٰ سے تو دوری رہنا۔ یہ انکل کی ہدایت بھی ہے۔“

”وہ تو میں اس لیلیٰ کی بچی کو اس دنیا سے کروں گا اسے اس کی اوقات یاد نہیں دلائی تو میرا بھی نام اردل خان نہیں اور جب ڈیڈ نے سب سنبھال لیا تھا، تو صبح صبح یہ منحوس خبر دینے کی ضرورت کیا تھا۔“ وارڈروب میں سے کپڑے نکال کر بیڈ پر ڈالے اور اسٹینڈ پر سے ٹاول اٹھاتے ہوئے اسے کہا تھا۔

”خدا کو مان یا! دن کے ڈھائی بج رہے ہیں اور میں تجھے کچھ اور بتانے آیا تھا اور غصے میں رات کا واقعہ سنایا۔“

”کون سی بات؟ کہیں تجھے وہ تو نہیں مل گئی مگر میں نے ابھی اسے ملوایا ہی کب تھا۔“ اردل خان واش روم میں جاتے ہوئے پلٹا تھا۔

”او میرے بھائی اتنا سب کچھ ہو گیا ہے اور اب بھی تیرے سر پر لڑکیاں سوار ہیں۔ میں تیری محبوبہ کی نہیں لا روش حسن کی سسٹر کی بات کر رہا ہوں۔ جب مجھے اطلاع ملی میں شادی ہال میں تھا اور میری تمام گفتگو لا روش حسن کی چھوٹی بہن نے سن لی اور اس کی بہن اسی کی طرح جی دار ہے تیار مجھے دھمکیاں دینے لگی کہ وہ لا روش کو بتائے گی کہ ہم غلط کام کرتے ہیں اور پولیس کو بھی سب بتا دے گی، اور مشکل یہ ہے انکل کو جو میں نے کچھ پرسنل کوڈز بتائے تھے۔ جو صرف ہم دونوں کو ہی معلوم ہیں۔ وہ بھی اس نے سن لیے اب سوچنا یہ ہے کہ اسے اپنے راستے سے کیسے ہٹایا جائے۔“

”یار! اسی وقت گولی سے اڑا دیتا تھا، اس واقعہ کو گیارہ گھنٹے گزر گئے ہیں، اس نے کسی سے کہہ دیا تو ہم بے موت مارے جائیں گے۔“

”اب ایسا بھی نہیں ہے میں نے لا روش حسن کو کافی کچھ سمجھا دیا ہے اور وہ اتنے عرصے سے ہمارے ساتھ ہے اتنا تو جان ہی گیا ہوگا کہ اپنے خلاف بلند ہونے والی آواز کا ہم کیسے گلا گھونٹتے ہیں اور میں اگر خاموشی سے وہاں سے

آ گیا۔ تو صرف تیری وجہ سے تو لا روش حسن کو کتنا غور کرتا ہے اور وہ اسی کی بہن ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے وہ کچھ نہیں کرے گی، کم عمری تو ہے تو ہوا سا ڈرا دیں گے تو اسے چپ لگ جائے گی، مجھے اصل ڈر ہے تو وہ لا روش حسن سے ہے، تجھے اس پر اعتبار ہوگا۔ مگر مجھے اس پر بالکل یقین نہیں ہے۔ تو مان مان، جب سے وہ ہمارے گینگ کا قصہ بنا ہے آئے دن کوئی نہ کوئی مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے کوئی ڈینگ اس نے کھل نہیں کی اسی کی وجہ سے احمد پکڑا گیا اور اسی کی وجہ سے ہمیں آدھے رستے سے ہی اپنا غیر قانونی اسلحے سے بھرا ٹرک روانہ کرنا پڑا تھا اور ایسا ہمارے دھندے میں پہلی بار ہوا تھا۔“

”یہ سب محض اتفاق ہے اور کچھ نہیں، میں شاور لے لوں پھر آگے کی سوچیں گے، ان دنوں کا کیا کرنا ہے، جب تک تو میرے لیے ناشتہ منگو اور لیلیٰ کا بھی پتا کر دہ کہاں ہے، اسے میں نے آج ہی اس کے انجام تک پہنچانا ہے۔“ اردل خان بے رحمی سے کہتا داش روم میں گس گیا اور سفیان اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگا تھا۔

☆—☆—☆

”دیکھو لا روش حسن! وہ تمہاری سسٹر ہے تم اسے اپنی زبان میں سمجھاؤ کہ وہ جو جان گئی ہے اسے اپنے دماغ کی سلیٹ سے مٹا دے، ورنہ اسے مٹانا ہرگز بھی ہمارے لیے مشکل نہ ہوگا۔“ اردل خان کا لہجہ بے چلک تھا۔

”اردل خان! اگر ہمیں پولیس کو بتانا ہوتا تو اب تک بتا چکے ہوتے۔“

”اگر اب تک نہیں بتایا تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ آئندہ بھی نہیں بتاؤ گے، اور ہم صرف تم پر بھروسہ کر کے لگے نہیں رہیں گے۔“

”پھر تم لوگ کس طرح کا یقین چاہتے ہو۔“ سفیان کی تلخ بات لا روش کو غصہ دلا گئی۔

”اردل! اس انسان پر مجھے یقین تو کبھی بھی نہیں رہا، اور اسے دھمکی دینے سے کچھ ہونے والا نہیں ہے اگر تم اس کی اصلیت اس کی ماں کو بتاتے ہو، وہ جان سے جاتی ہے یا بہنوں کا گھرا جڑتا ہے، یہ سب بعد کی باتیں ہیں، اور جب یہ ان کو ڈکا استعمال کر لے گا تو اسے بے نقاب کرنے کا ہمیں کم از کم کوئی قائدہ نہیں ہوگا اور میں صرف دھمکیوں کے بعد جیل جانے کا رسک ہرگز نہیں لے سکتا اور اصول تو اصول ہے تم احسن کو بھول گئے وہ میرا فرسٹ کزن تھا وہ ہمارے راز جان گیا تھا اور میں نے اسے شیٹی نیند سلا دیا تھا ہمدردی کا بھوت سوار نہیں ہو گیا تھا مجھ پر۔“ سفیان کا ہر انداز بے رحمانہ تھا۔

”تمہیں طیش میں آنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے لا روش! کیونکہ سینی جو کہہ رہا ہے وہ درست ہے۔ ہمارے دھندے کا پہلا اصول ہی یہی ہے نہ دوستی نہ رشتہ داری اپنا مفاد سب سے اہم۔“ لا روش حسن کو منہ کھولتے دیکھ کر اردل خان نے کہا۔

”تم لوگ میری ایک بات یاد رکھنا، میں نے تم سے ہاتھ ملایا ہے تمہارے گینگ کا حصہ بنا ہوں، تو صرف انہوں کو خوشیاں دینے کے لئے اگر ان پر آج آئے گی تو میں برداشت نہیں کروں گا، لاریب نے جو سنا ہے وہ کسی سے نہیں کہے گی، اس کا میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں، کیونکہ میں نے اب اس سے کچھ نہیں چھپایا ہے اور وہ تم لوگوں کو برباد کرنے کا سوچ سکتی ہے، مگر یہ کبھی نہیں چاہے گی کہ اس کا بھائی جیل میں جائے اور اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ جو جیسا ہے ویسا چلنے دو اب بھی تم لوگ بے اعتباری کا شکار ہو تو میں اس سے زیادہ یہ کر سکتا ہوں کہ اپنی راہیں الگ کر لوں۔“ لا روش حسن نے ہم بلاسٹ کیا تھا۔

”بہت خوب لا روش حسن! مگر یہ مت بھولو ہمارے ساتھ قدم بڑھانا جتنا آسان ہے ہم سے منہ موڑنا اتنا ہی مشکل

☆.....☆.....☆

”اماں! رشتہ بہت اچھا ہے اور سب سے بڑی بات وہ نعمان بھائی کا دوست ہے۔“ (جس وقت لاروش وہاں پہنچا اپنے منہ سے کہہ نہیں پاتا تھا کہ نعمان نے خود رشتے کی بات کر دی، لڑکے نے لاریب کو نعمان کی شادی کی تصویروں میں دیکھا تھا۔) (وہ شادی میں آ نہیں سکا تھا) لاروش کے تودل کی مراد برآئی تھی۔

”بیٹا وہ سب تو ٹھیک ہے، مگر لاریب آگے پڑھنا چاہتی ہے اور تم خود تو آفس کے کام سے باہر جا رہے ہو، میں اکیلے سب کیسے سنبھالوں گی۔“

”اماں! آپ اکیلی نہیں ہیں، نعمان بھائی بھی تو ہیں اور وہ اسد کی تمام ذمہ داری لے رہے ہیں، (لڑکے کی کوئی فیملی نہیں، بہن بھائی اس کے نہیں ہیں اور والدین کی ڈیڑھ تھوڑی سی تھی) وہ سادگی سے شادی کرنا چاہتا ہے، اللہ کا نام لے کر شادی کر دیں۔ میرے ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑے گا۔ بس یہ سوچیں اماں ہماری لاریب خوش رہے گی۔ اس کی گورنمنٹ جاب ہے اپنا گھر ہے اور اسے جہیز بھی نہیں چاہیے۔“ لاروش حسن قدسیہ بیگم کو مختلف حربوں سے قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”تم غلط سوچتی ہو ریا! تم مجھ پر بوجھ نہیں ہو، میں جو کچھ کر رہا ہوں صرف تمہاری بھلائی کے لئے، کل مجھے سڈنی جانا ہے اور میں تمہیں اپنی وجہ سے کسی مشکل میں پھنسا کر نہیں جانا چاہتا، تم انکار از جان گئی ہو، وہ تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اسی لیے میں تمہیں محفوظ ہاتھوں میں سوپ دینا چاہتا ہوں، میری مجبوری کو سمجھو ریا، اور مجھے کمزور نہ کرو۔“ لاروش حسن اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے ٹوٹے ہوئے لہجہ میں کہہ رہا تھا۔

”بھائی! آپ یہ غلط کام کرنا چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟“

”اتنا آسان نہیں ہے ریا! انہوں نے میرے ہر برے کام کی ویڈیو بنا رکھی ہے، میں چاہوں بھی تو ان کے چنگل سے نہیں نکل سکتا، اور پتا ہے ریا، کل میں سڈنی غیر قانونی اسلحہ اور ہیروئن کے پکٹ لے کر جا رہا ہوں، دعا کرنا میں پکڑا جاؤں، ویسے تو وہ لوگ مجھے نہیں بخشیں گے، پکڑے جانے کے بعد مجھے اپنے ساتھ بھی نہیں رکھیں گے۔“ وہ بے بسی کی انتہا تک پہنچا ہوا تھا۔

”بھائی! آپ خود پولیس کو سب سچ بتا دیں۔“

”ان لوگوں نے مجھ پر کڑی نگاہ رکھی ہوئی ہے، میں کہاں آتا جاتا ہوں کچھ ان سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میری تم سے ریکوئسٹ ہے، اسد کے آنے کے بعد (آج کل وہ لاہور میں تھا) نعمان بھائی شادی کی بات کریں تو تم انکار مت کرنا، یہ مت سوچنا ریا کہ میں تمہاری زندگی کے اتنے خاص موقع پر تمہارے ساتھ نہیں ہوں، میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گے، اور ریا، اگر مجھے کچھ ہو جائے تو اماں کا خیال رکھنا کبھی انہیں پتا نہ چل نہ جائے کہ ان کا بیٹا اسمگلر ہے۔“ لاروش حسن اس کے ہاتھ تھامے التجا کر رہا تھا اور وہ بس روئے جا رہی تھی۔ لاروش حسن کو گئے دو ماہ ہو گئے تھے اور یہاں اسے ابھی جانے کا تار تھکا تھا، اسے نہیں معلوم تھا لاریب اور قدسیہ بیگم اس کے کہنے پر نعمان کے گھر رہ رہی تھیں، ایک ہفتہ قبل لاریب کا نکاح اسد سے ہو گیا تھا، رخصتی اسد کے مستقل کراچی شفٹ ہو جانے پر متوقع تھی۔ کیونکہ پہلے اسد کراچی میں ہی رہتا تھا، پھر اس کا تبادلہ لاہور ہو گیا تھا اور اب پھر اس نے اپنا تبادلہ کراچی میں کروا لیا تھا۔

☆.....☆.....☆

”میری سمجھ میں نہیں آتا سیفی! اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔“

اور اردل خان نے کوئی کچی گولیاں نہیں کھلیں۔ جاتے جاتے کچھ دیکھتے جاؤ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔“ اردل خان نے ورینگی سے کہتے ہوئے اپنے خاص ملازم کو آواز دی، جیب میں سے لاکر کی چابی نکال کر دیتے ہوئے سی ڈی نکال کر لانے کو کہا اور خود ریوٹ سنبھال کر بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔ لاروش حسن کے ساتھ سفیان بھی حیرت زدہ سا بیوی اسکرین پر جھللاتا منظر دیکھ رہا تھا۔ جبکہ اردل خان مسکرائے جا رہا تھا۔ لاروش حسن پھٹی پھٹی نگاہوں سے ریلوے اسٹیشن پر بریف کیس کیسے چھینچ ہوا، بیٹھ کریم کے گھر ہونے والی واردات اور سب سے بڑھ کر وہ سین اسے عرش سے فرش پر لے آیا جس میں وہ ہیروئن سے بھر پور ایک شخص کو دے رہا تھا اور جواباً اس نے نوٹوں سے بھر پور بریف کیس اس کی طرف بڑھایا تھا۔ جسے لاروش حسن نے مسکراتے ہوئے تھام کر بند کیا تھا اور ہاتھ ملا کر اس گنجان علاقے سے نکلتا چلا گیا تھا۔

”کیسا لگا میرا سر پر اتنا؟“ اردل خان اس کے مقابل کھڑا ہو چھ رہا تھا۔

”مان گئے اردل! تو بڑی اونچی چیز ہے یار، مگر پہلے نہیں بتا سکتا تھا۔“

”پہلے بتا دیتا تو تو لاروش حسن پر نگاہ نہ رکھتا اور تیری یہ شکل بتا نہیں سکتا تو حیران حیران سا کتنا پیارا لگ رہا ہے۔“

لاروش حسن پر قیامت ٹوٹ گئی تھی اور وہ دونوں قہقہے لگا رہے تھے۔

”ویسے یار! تو نے اسے اچھا پھنسا دیا ہے، اب یہ سانس بھی ہم سے پوچھ کر لے گا، اسے لپکھ دینے کا تو بہت ہی شوق ہے اب کیسے سانپ سوگھ گیا ہے۔“ سیفی نے بت بے لاروش حسن پر چوٹ کی تھی۔

”لاروش حسن! ہم یاروں کے یار ہیں اور دشمنوں کے دشمن! چاہو تو یہ CD لے جاؤ اپنی سسٹر کو دکھا دینا، سر اٹھانے والی پاک وطن کی جبین چھونے لگے گی۔“ اردل خان کے اشارہ پر سیفی نے CD لاروش حسن کے قدموں میں ڈال دی تھی۔

”اردل! احمد کی جگہ سڈنی کس کو بھیجتا ہے کب تک ملے کر لو گے؟“

”تم بھی نہ سو سو کر جا گئے ہو وہ فیصلہ تو کب کا ہو گیا احمد کی جگہ لاروش حسن سڈنی جائے گا۔“ ساکت کھڑے لاروش حسن پر بجلی گری تھی۔

”میں پہلے ہی منع کر چکا ہوں اردل خان! میں اپنی بوڑھی ماں اور چھوٹی بہن کو اکیلے چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔“ لاروش حسن بہ مشکل خود کو سنبھالتے ہوئے کمزور لہجے میں کہہ رہا تھا۔

”یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے، کیسے بھی کر کے سارا مال لے کر تم ہی جاؤ گے۔ اگر کوئی پریشانی لاحق ہے تو سیفی تمہیں وہاں جانے اور رہنے کے تمام گرتا دے گا، کیونکہ جو کرنا ہوگا وہ احتیاط سے کرنا ہوگا ذرا سی بے فکری بھی ڈوب دیتی ہے۔“ اردل خان کے سختی سے کہنے پر انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں بچی تھی، وہ خاموشی سے باہر نکل گیا۔

”میں نہیں جاتا تو اردل خان مجھے چھوڑے گا نہیں اور چلا جاؤں گا۔ تو یہاں لاریب اور اماں کیسے رہیں گی اور میری غیر موجودگی میں ان لوگوں نے لاریب کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی، تو مجھے پتا بھی نہیں چل سکے گا، اور 3 دن میں تو کہیں لاریب کی شادی بھی نہیں کر سکتا اور اسے یوں چھوڑ کر جاؤں بھی تو کیسے؟“ وہ بیڈ پر فکر مندی سے لیٹا خود سے الجھ رہا تھا۔

”میں نعمان بھائی (رابعدہ کا شوہر) سے بات کرتا ہوں، ہو سکتا ہے ان کی نظر میں کوئی لڑکا ہو۔ لاریب کو بس ایک اسی طرح سے محفوظ کیا جاسکتا ہے۔“ لاروش نے اچھے بال انگلیوں کی مدد سے جیسے تیسے سلجھائے اور دوپٹی کی چپل پہنے پریشان سا بہن کے گھر جانے کو نکل پڑا۔

”چھوڑ دے یار! تو بھی ہر لڑکی کے لیے دیوانہ بن رہا ہے۔ ویسے لاروش حسن کی وہ بہن تھی بہت حسین۔“ سفیان نے مزہ لیا تھا۔

”اس کا یہاں کیا ذکر؟ ویسے لاروش نکلا بہت چالاک اسے ڈرتا تھا ہم کچھ غلط کریں گے اس نے پہلے ہی سے حفاظتی بند باندھ لیے۔ خیر ہمیں بھی کیا ہماری اس سے ذاتی دشمنی تو ہے نہیں اور اس بار تو اس نے کمال کر دیا۔ کتنی ہوشیاری سے اس نے کام کیا ہے کل کی فلائٹ سے آ رہا ہے، ہم دونوں چلے گئے۔ سو کر نے۔“

”ویلڈن لاروش حسن! اس بار تو تم نے کمال ہی کر دیا ہے اور تمہارے کام سے خوش ہو کر ڈیڈ نے وہ فلیٹ جس میں تم رہ رہے ہو تمہارے نام کر دیا ہے اگر اسی طرح کام کرو گے تو ہم تمہیں مالامال کر دیں گے۔“ اردل خان اور سفیان اسے ایئر پورٹ پر ریسیو کرنے آئے تھے۔ رات کے ساڑھے بارہ ہو رہے تھے ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی سیفنی کا ڈرائیور کر رہا تھا لاروش حسن پیچھے اور اردل خان فرنٹ سیٹ پر تھا۔

”اردل! وہ دیکھ جاتے ہوئے ہم نے اسے بینک سے نکلے دیکھا تھا اور یار بہت دن ہو گئے ہیں ایسی کوئی واردات کئے کیوں نا اسی نو جوان پر ہاتھ صاف کیا جائے۔“ سیفنی کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ تھی۔ اردل خان نے دیکھا وہ 29,28 کا نو جوان ہوگا جس کے ہاتھ میں کافی شاؤنگ بیگز تھے اور وہ کافی شاپ سے نکل کر گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔ اردل خان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی۔

سیفنی اب اس کا پیچھا کر رہا تھا اور لاروش کو کچھ خبر نہ تھی۔ کیونکہ وہ سیٹ سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ سیفنی نے ایک سنسان سڑک پر اپنی کار اس طرح کھڑی کر دی کہ راستہ بلاک ہو گیا اور لاروش حسن سے کو پائل تھما اور خود اتر گیا۔ اردل خان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبالتے ہوئے اسے اشارہ کیا تو وہ مجبوراً ڈور کھول کر سیفنی کی جانب بڑھ گیا۔

”لاروش! گاڑی سے سامان نکالو۔“ سیفنی نے اس نو جوان کی کپٹی پر پائل تانی ہوئی تھی اور اس بے چارے نے ہاتھ موبائل فون اور ہاتھ میں پہنی گھڑی اور انگلی سیفنی کی بائیں ہاتھ پر رکھ دی۔

”کیا کر رہا ہے لاروش! جلدی لے کر آ مروائے گا کیا۔“ سیفنی نے اسے کنگال کر کے لاروش کو آواز لگا لی۔

”دیکھئے! میں نے آپ کو جو میرے پاس تھا وہ سب دے دیا ہے آپ یہ بیگز نہ لے کر جائیں۔“ وہ نو جوان نے اپنی کی انتہاؤں کو چھوڑ ہاتھا۔

”ایسا کیا ہے ان بیگز میں؟“ سیفنی نے کہتے ساتھ لاروش حسن سے بیک چیپنا اور سڑک پر انڈیل دیا۔

اس نو جوان نے لپک کر زمین پر پڑے جیولری سیٹ کو اٹھایا تھا۔ سیفنی نے گن اس کے ماتھے پر رکھ کر۔ وہ خواہ مخواہ سونے کا سیٹ چیپنا۔

”دیکھو! یہ مجھے واپس کر دو میں غریب آدمی ہوں میں نے اپنی حق حلال کی کمائی سے اپنی بیوی کو دینا ہے لئے یہ بنوایا ہے اس سے میری بہت سی خوشیاں اور یادیں جڑی ہیں۔“ اس نو جوان نے سیفنی کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔

”سفیان! یہ سیٹ اسے واپس کر دو۔“ لاروش اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بولا تو سفیان کو پتہ چڑھ گئی تھی۔

”ایڈیٹ! زیادہ ہیر و بننے کی کوشش نہ کرو اور چل کر گاڑی میں بیٹھ۔“ سیفنی نے اسے گھورا اس نو جوان نے سر ہلاتے ہوئے فائدہ اٹھا کر ٹانگ بیچ میں اڑادی سفیان منہ کے بل گرا تھا وہ سیٹ اٹھا کر بھاگ کر گاڑی کی طرف بڑھا۔ سیفنی نے اسے

میں آ کر گولی چلا دی جو اس نو جوان کی پیٹھ پر لگی تھی۔

”تجھے بہت شوق تھا نا اپنی بیوی کو بچے سنوے دیکھنے کا تو اب اوپر سے اسے اجڑا ہوا دیکھنا۔“ سیفنی نے اسے ایک لٹ رسید کی۔ ڈبے میں سے گلو بند نوچ کر اس کے منہ پر دے مارا۔

”او..... منہ آدی نہیں کھڑا تماشا دیکھتا رہے گا یا چلے گا بھی۔“ سیفنی کار کے کھلے دروازے سے اندر بیٹھتا ہوا اعجاز تو وہ کسی رولوٹ کی مانند بیٹھ گیا جبکہ اس کی نگاہ سڑک پر بہتے لہو پر تھی۔

”تیرا دماغ خراب ہے سیفنی! اتنے معمولی سے سیٹ کی خاطر تو نے اس پر گولی چلا دی کیا ضرورت تھی تجھے یہ سب کرنے کی۔“

”چپ کر کے گاڑی چلا اردل! میں اس وقت سخت غصے میں ہوں اس نے مجھے لٹ مار کر گرایا اور یہ کیسے مجھے علم دے رہا تھا جیسے میں اس کے باپ کا غلام ہوں۔“ سیفنی نے شرٹ کی آستین سے ہونٹ سے نکلے خون کو صاف کیا اس کے دل میں آ رہی تھی ایک گولی لاروش حسن کے سینے میں بھی اتار دے اور وہ ایسا کر گزرتا مگر اردل خان نے روک لیا۔

”سفیان! تم انسان نہیں حیوان ہو۔ وہ بے چارہ اپنی امید اپنی خوشیاں بچانا چاہتا تھا اور تم نے اس کی جان لے لی۔“

لاروش ایک کرب سے کہہ رہا تھا۔

”دیکھا تو نے اردل! یہی وجہ ہے جو اس نے آج تک کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کیا۔ ہر وقت تو اس گدھے پر ہمدردی کا بہوت سوار رہتا ہے۔“

”ہاں رہتا ہے کیونکہ تم لوگوں کی طرح بے حس نہیں ہوں اس کا کیا قصور تھا صرف اتنا ہی نا کہ وہ تمہیں وہ سیٹ نہیں دینا چاہتا تھا وہ سیٹ تمہارے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا تھا جس کی خاطر تم نے اس بے چارے پر گولی چلا دی۔ اس کے گھر والوں کا کیا ہوگا سوچا ہے تم نے تمہاری انجوائے منٹ نے اس کی بیوی کو بیوہ کر دیا ہے۔“ لاروش حسن بہت زیادہ اپ سیٹ پر آ رہا تھا۔

”چھوڑ یار اتنی معمولی بات پر کیا پریشان ہونا وہ جیسے یا مرے ہمیں اس سے کیا تم تھک گئے ہو گے اوپر جا کر آرام کر لو اتنی رات کو تمہارا گھر جانا مناسب نہیں ہوگا صبح چلے جانا۔“ اردل خان نے بے حس کی انتہا کر دی تھی اور وہ شکستہ روموں سے روم میں چلا گیا سیفنی شراب کی بوتل اٹھا لیا تھا اندر کمرے میں ایک عجیب سی بے چینی نے لاروش حسن کا گہراؤ کیا ہوا تھا اور وہ دونوں کسی کی جان لینے کے بعد بھی مگن سے محفل سجائے بیٹھے تھے۔

☆.....☆.....☆.....☆

”بھایا! آپ کہاں چلے گئے تھے؟ آپ کی غیر موجودگی میں ہم پر قیامت گزرتی اور آپ اب آئے ہیں؟“ جیسے ہی لاروش حسن نے اندر قدم رکھا لاریب جانے کو نئے کونے سے نکل کر اس سے لپٹ گئی۔

”ریبا! تم رو کیوں رہی ہو اور اماں کہاں ہیں؟“ لاریب کے آنسو اسے انہونی کا سندیرہ دے رہے تھے وہ پریشان لگا۔

”نہیں بھو! یہ کیسے ہو سکتا ہے اماں مجھ سے ملے بغیر نہیں نہیں بھوکہ دیں یہ سب جھوٹ ہے۔“ لاروش حسن صحن کرے کی جانب لپکا باہر آ دیوں اور بچوں کو دیکھ کر وہ یہی سمجھا تھا کہ مہمان جلدی آ گئے ہیں (کل لاریب کی جوتھی اس کا نکاح ایک ماہ قبل ہی ہوا تھا) مگر اندر کمرے میں سپارہ پڑھتی عورتوں کو دیکھ کر وہ زمین پر بیٹھتا ہوا۔

کھسکا کر تصدیق کی مہر لگائی۔

”تم لوگوں پر شک تو مجھے بہت پہلے سے تھا مگر میں کچھ کر نہیں پا رہا تھا، لیکن آج میں تمہیں تمام ساتھیوں سمیت رہے ہاتھوں پکڑنے میں کامیاب ہو گیا ہوں، بھاگنے کی کوشش نہ کرو اردل خان“۔ DSP صاحب نے ہتھکڑی اردل خان کی آنکھوں کے سامنے لہرائی اور بھاگنے کو پر توالتے ہوئے دیکھ کر سرزنش کی۔

”انہیں رہنے دو انسپکٹر! یہ ہماری محسن ہیں اور آج ان کی وجہ سے ہی ہم نے اردل خان کے اڈوں پر چھاپہ مار کر غیر قانونی اسلحہ اور ہیر وڈن سے بھرے ٹرک کے ٹرک حراست میں لئے ہیں اور اس گینگ کے سرغنہ اردل خان کو اریسٹ کرنے آئے ہیں“۔ DSP صاحب نے کہا اور اردل خان کی جانب گھوما۔ اردل خان نے اپنے دونوں ہاتھ DSP صاحب کے سامنے کیئے DSP صاحب نے جیسے ہی ہتھکڑی پہنانا چاہی اردل خان نے ہاتھ مار کر گرادی اور جیب سے ریوا لور نکالی اور کچھ فاصلے پر کھڑی لاریب کو دیوبوچ کر اس کی گینٹی پر رکھ دی۔ لاریب کی چیخ نکل گئی وہ اس کی گرفت میں کانپ رہی تھی۔

”تم خود کو بہت ہوشیار سمجھتی ہونا تمہارے کس بل تو میں نکالوں گا“۔ اردل خان بے رحمی سے کہہ رہا تھا۔

”اردل خان! میری بہن کو چھوڑ دو ورنہ میں تمہارا.....“

”لاروش حسن! ایک قدم آگے مت بڑھانا ورنہ میں خود کو گولی چلانے سے روک نہیں پاؤں گا اور میرے ساتھ رہے ہوئے اتنا تو تم جان ہی گئے ہو گے کہ میں کتنا بے رحم انسان ہوں اور انسپکٹر اپنے ساتھیوں سے کہو گزنیچے رکھ دیں“۔ اردل خان کے سر پر خون سوار تھا۔ DSP صاحب نے اپنے ساتھیوں کو ہتھیار رکھنے کا اشارہ دیا۔

”تم غلط کر رہے ہو اردل خان! لڑکی کو ڈھال بنا کر تم بچ نہیں سکتے تمہارا باپ اور دوسرے ساتھی بھی پکڑے جا چکے ہیں، بہتر یہی ہوگا کہ تم خود کو قانون کے حوالے کر دو“۔ DSP صاحب لاریب کو اپنی ڈھال بنا کر جاتے اردل خان سے بولے تھے۔

اردل خان سنی ان سنی کرتا لاریب کو لئے وہاں سے نکل رہا تھا کہ لاروش حسن دروازے میں ایستادہ ہو گیا۔

”راستے سے ہٹ جاؤ لاروش حسن! ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا“۔ اردل خان نے ریوا لور کا رخ لاریب کی جانب رکھا تھا اور غصے میں اسے دھمکی دی تھی جبکہ اس کے پیچھے آتے سفیان نے اردل خان کی سائیڈ سے لاروش حسن پر گولی چلا دی تھی جو اس کے سینے پر لگی تھی۔

”بھایا!“ لاریب زور سے چیخی اور اس کی مضبوط گرفت میں مچلنے لگی لاروش حسن زمین پر گرنا چلا گیا۔

”پیچھے آنے کی کوشش نہ کرنا انسپکٹر! ورنہ ابھی صرف ایک لاش گری ہے۔ یہاں لاشوں کے ڈھیر ہوں گے“۔

DSP صاحب کو آگے بڑھتے دیکھ کر سفیان پھنکا رہا تھا۔

”لڑکی کی سلامتی چاہتے ہو تو اپنے قدم پیچھے ہٹاؤ“۔

اردل خان روٹی مچلتی لاریب کو اپنی ڈھال بنا کر گن پوائنٹ پر فرار ہو گیا تھا۔

پولیس جیپ اس سیاہ کرولا کا پیچھا کر رہی تھی۔ مگر وہ اردل خان اور اس کے ساتھی سفیان احمد کو پکڑنے میں ناکام ہی رہی تھی وہ بھاگ نکلے تھے۔

”تھینک گاڈ اردل! تو نے بروقت عقل استعمال کر لی ورنہ ہم ابھی حوالات کی سیر کر رہے ہوتے۔ مگر اب اس لڑکی کا کیا کرنا ہے جسے تو نے ریغال بنایا ہے“۔ سفیان نے پیچھے سیٹ پر بے ہوش پڑی لاریب کی طرف اشارہ کیا تھا سیاہ کرولا شہر سے کافی دور بنے اردل خان کے فارم ہاؤس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

”تجھے لاروش حسن پر گولی نہیں چلانی چاہیے تھے“۔

”کیسی بات کر رہا ہے اردل! دیکھا نہیں تھا وہ کیسے سلطان راہی بنا دروازے میں کھڑا تھا وہ DSP تو تمہیں اسے پکڑے دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا تھا، مگر وہ کیسے کھڑا رہا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرنا اور پولیس ایکشن میں آتی میں نے اس کا کام تمام کر دیا اور میں تو تجھ سے پہلے ہی کہتا تھا اسے (لاریب) جان سے مار دے۔ یہ ہمارے لئے خطرہ بن سکتی ہے آخر کب تک یہ چپ رہتی کھول دینا اس نے اپنا منہ اور پتہ نہیں پولیس ہمارے کتنے اڈوں تک پہنچ گئی ہے“۔ سیفی ڈرائیو کرتے ہوئے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا اردل خان ایکدم چپ تھا۔

”مجھے صرف ڈیڈ کی فکر ہے“۔ اردل خان دھیرے سے بولا۔

”تم انکل کی فکر نہ کرو اس وقت تو پولیس فل ایکشن میں ہوگی اس لڑکی کی وجہ سے ہم ابھی تو بچ گئے ہمارا اٹھایا ہوا کوئی غلط قدم ہمیں پھنسا سکتا ہے معاملہ ٹھنڈا ہونے کے بعد ہی ہم کچھ کر سکیں گے“۔ شہر سے دور کافی سناں جگہ پر گاڑی رک چکی تھی۔

”تو نے بتایا نہیں اس لڑکی کا کیا کرنا ہے؟“ سفیان ڈرائیو گنگ ڈور بند کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”تم اس لڑکی کی نہیں ڈیڈ کی فکر کرو کچھ بھی کر کے ٹھیک دو گھنٹے میں مجھے ان کے بارے میں انفارمیشن چاہیے“۔ اردل خان نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے پیچھے کا ڈور کھولا اور بے سدھ پڑی لاریب کو اٹھا کر اندر کی جانب بڑھنے لگا۔

اردل خان خاموشی سے صوفے پر نیم دراز تھا اور سفیان یہاں سے دوسری گاڑی لے کر گیٹ اپ پیچ کر کے جا چکا تھا۔ لاریب نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں کمرے میں اندھیرا اور خاموشی تھی اس نے دیکھتے سر کو دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے ہلکے ہلکے دبایا اور ذہن پر زور ڈالتے ہی گزرے واقعات کی ریل سی جلنے لگی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور یکدم اس کی نگاہوں کے سامنے خون میں لت پت بے حس و حرکت پڑا لاروش حسن گھوم گیا وہ پوری قوت سے چلائی۔

”بھایا.....!“ اور باہر کی جانب دوڑی۔

”چھوڑ مجھے مجھے اپنے بھایا کے پاس جانا ہے“ وہ اردل خان سے اپنا بازو چھڑاتی چیخ رہی تھی۔

”لاروش حسن! اس دنیا میں نہیں وہ مر چکا ہے“۔

”چٹاخ! تم نے لی ہے میرے بھائی کی جان میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی“۔ لاریب جنونی انداز میں اس کی طرف بڑھی۔

”چٹاخ! آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی اردل خان پر ہاتھ اٹھانے کی“۔ اردل خان نے اپنا کالر اس کی گرفت سے نکالتے ہوئے لگا تار تین طمانچے اس کے لگائے تھے۔

”تم اچھے انسان نہیں ہو اردل خان! تم نے مجھ سے میرے اسد کو چھینا، میری ماں کو مجھ سے جدا کیا اور آج میرے جان سے پیارے بھائی کی جان لے لی تم نہایت گھٹیا انسان ہو بلکہ تمہیں انسان کہنا انسانیت کی توہین ہوگی تم تو وہ وحشی درندے ہو جو اپنی دھرتی ماں کو بھی نہیں بخشا تم ملک و قوم کی بنیادیں کھوکھلی کر رہے ہو میرے بھائی نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔ اردل خان جو تم نے اسے مار دیا تم کو خدا معاف نہیں کرے گا جیسے تم نے ہمارے گھرانے کی خوشیاں لوٹی ہیں تم بھی خوشی کو ترسو گے میرے بھائی کو تو تم نے موت کی نیند سلا دیا تم سکون کی نیند اور موت کو ترسو گے“۔ لاریب نیچے کارپٹ پر بیٹھی بہت روتے ہوئے چیخ چیخ کر اسے بددعائیں دے رہی تھی۔

”اومائی گاڈ! تمہاری پوری تقریر سننے ہی اندازہ ہو گیا کہ تم لاروش حسن کی بہن ہو وہ بھی ایسے ہی ہر دوسرے منٹ

لفافی پر اتر آتا تھا۔ اردل خان اس کی بات ختم ہوتے ہی قہقہہ لگا رہا تھا اور وہ اپنے آنسو بھول کر اسے دیکھ رہی تھی کتنا بے حس تھا وہ جس پر کسی کی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا تھا۔

”آ..... آ..... آ.....“ جیم لوگ صرف باتیں کرتے ہو اور اردل خان غل کر کے دکھاتا ہے۔ اردل خان نے اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا تھا اور درد کے مارے اس کی چیخ سی نکل گئی تھی۔ اردل خان کہنے لگا ہوا اسے لے کر آیا اور بیڈ پر دھکیل کر اپنی شرٹ اتارنے لگا اور شرٹ اتار کر صوفے پر ڈالی اور اس کی طرف بڑھنے لگا دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے۔

”یہ تمہاری بھول ہے اردل خان! کہ میں تم سے رحم کی بھیک مانگوں گی میرا رب ابھی اتنا مہربان نہیں ہے کہ وہ مجھے تم جیسے وحشی درندے سے محفوظ نہ رکھ سکے۔“ اپنی طرف بڑھتے اردل خان کو دیکھ کر اس نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ اٹھاتا چاہتا تھا کہ اردل خان کا موبائل بچنے لگا اور وہ لاریب کے بجائے ڈیرنگ کی طرف بڑھا اور موبائل Yes کر کے کان سے لگا لیا۔

”سینٹی! ڈیڈ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟“ اردل خان ہچانی انداز میں بولا اور کمرے سے نکلتی لاریب کا بازو پکڑ کر اسے باہر جانے سے روک دیا۔

”اردل خان! انکل نے خودکشی کر لی ہے اور آئی یہ برداشت نہ کر سکیں، چھ گھنٹے زندگی سے لڑتی رہیں اور اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہیں۔ پلیز اردل تم جتنا جلدی ہو سکے وہاں سے نکل جاؤ پولیس نے ہمارے ہر ٹھکانے سمیت تمہارے گھر پر بھی چھاپہ مار کر اپنے انڈر میں لے لیا ہے اور وہ اب اس فارم ہاؤس پر چھاپہ مارنا چاہتی ہے انہیں شک ہے کہ تم یہیں چھپے بیٹھے ہو۔“

”سامنے وارڈروب میں سے کوئی بھی کپڑے نکال کر پہن لو ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکلنا ہے۔“ اردل خان نے درختی سے کہتے ہوئے اس کا بازو چھوڑ دیا تھا۔

”میں تمہارے ساتھ کہیں جانے والی نہیں ہوں۔“

”میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے شرافت سے تیار ہو کر باہر آ جاؤ زیادہ غرے دکھانے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔“

”میں نے کہہ دیا ہے نا اردل خان! کہ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی تو نہیں جاؤں گی اور میں نے ایسا کیا جرم کیا ہے جو میں چھپتی پھروں مجرم تم ہو اور تمہاری مرضی تم جہاں جاؤ میں تمہارے ساتھ.....“

”چٹاخ! زیادہ بکواس نہیں جو کہا ہے وہ کرو اور اب زیادہ ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو وہ جو تیری بہن اور اس کا شوہر ہے ان سے ویسے ہی جینے کا حق چھین لیا جائے گا جیسے تیرے بھائی سے چھین لیا گیا۔“ وہ کف اڑا رہا تھا۔

”تم اب ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اردل خان! تمہاری خودی جان کے لالے پڑے ہیں دوسروں کی کیا جان لوگے۔“

”تمہارے اسد اور لاروش حسن کو گولی سفیان نے ماری تھی اور میرے ایک فون کرنے کی دیر ہے کہ تمہاری بہن بیوہ ہو جائے گی اگر تم چاہتی ہو کہ وہ زندہ رہے تو جو میں چاہوں گا وہ کرو گی۔“ اردل خان انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتا باہر نکل گیا۔

”صاحب! آپ سے ایک بات کہنی ہے یہ جو بی بی تاج بہت اچھی ہے صاحب اس کے ساتھ کچھ غلط مت کرنا صاحب یہ بہت معصوم ہے تم اس کی وجہ سے اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو اپنی جان کے صدمے میں تم اسے بخش دینا میں معافی چاہتی ہوں صاحب اگر آپ کو میری بات بری لگی ہو تو مگر صاحب ہمیں یہ بی بی بہت نیک لگی ان سب سے مختلف جن کو آپ پہلے یہاں لاتے رہے ہو۔ یہ بی بی تو ایسی ہے صاحب جس سے نکاح کر کے اپنا گھر بسایا جاسکتا ہے۔“ ماسی بتول کہہ کر گئی نہیں اسے حیران چھوڑ کر اندر کی جانب بڑھ گئی اور وہ سامان گاڑی میں رکھوانے لگا۔

☆.....☆.....☆.....☆

”ارے کھالو بیٹا!“ لاریب نے نفی میں سر ہلا دیا وہ 60، 65 سال کی عورت بہت اچنائیت سے اسے کیونہ کھانے کو دے رہی تھی اسے اپنی ماں یاد آ گئی تھی۔

”جانا کہاں ہے تم دونوں کو؟“ انہوں نے ایک پاکٹ میں منہ میں رکھی تھی۔

”تم نے بتایا نہیں لگتا ہے بیٹا تمہاری بیوی بولتی نہیں ہے رب نے کتنی سوئی شکل بنائی ہے آواز بھی دے دیتا تو کیا تھا مگر رب کی باتیں رب ہی جانتے۔“

”آپ غلط سمجھ رہی ہیں یہ گوئی نہیں ہے بس ذرا کم بولتی ہے۔“ اردل خان نے مسکراتے ہوئے اس کا نازک ہاتھ اپنی مضبوط پٹیلی میں قید کیا تھا جسے فوراً آزاد کروایا گیا تھا۔

”لگتا ہے نئی نئی شادی ہوئی ہے جیسی شرمناک ہے۔“ لاریب کی گھبراہٹ کو انہوں نے ایک نیارنگ دے دیا تھا۔

”تم بڑے خوش قسمت ہو بیٹا اتنی سوئی کے ساتھ حیا دار بیوی ملی ہے ورنہ یہ شہری لڑکیاں بڑی پکی ہوتی ہیں۔“ اس عورت نے باقاعدہ گال پیٹے تھے۔

”میں تو بس چند ہی دن رہی ہوں شہر میں ورنہ میں تو چھوٹے سے گاؤں کی رہنے والی ہوں سر کا سامنے رہا نہیں اور اکواک بیٹا تھا میرا وہ بھی شادی کے بعد بدل گیا کہتا ہے اماں میرے ساتھ شہر میں رہ مگر میں اپنا گھر نہیں چھوڑ سکتی اور یہاں شہر میں بھائی بھائی کا دشمن ہے جبکہ ہمارے گاؤں میں سب مل بانٹ کر رہتے ہیں۔ اسی لئے میں نے تو منع کر دیا بس ایک دو مہینے میں جب دل میں ہو کہ سی اٹھتی ہے بیٹے سے مل آتی ہوں۔“ انہوں نے اپنے آنسو صاف کئے تھے۔

”میں بھی کب سے بولے جا رہی ہوں تم دونوں بھی کیا سوچتے ہو گے۔“

”ایسی بات نہیں ہے اماں جی! آپ کو سننا اچھا لگا میری ماں بھی ایسی ہی پیاری باتیں کرتی تھیں۔“ اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

”معاف کرنا بیٹا! میرا مقصد تمہاری دل آزاری کرنا نہیں تھا اگر تمہاری ماں نہیں ہے تمہارے خاوند کی تو ماں ہو گی اور بیٹا ساس بھی تو ماں ہوتی ہے شاید تم اپنے سرال ہی جا رہی ہو۔“ وہ اپنے خیال کو ظاہر کرنے میں دیر نہیں کرتی تھیں۔

”اماں جی! اصل میں ہم لوگ بہت پریشان ہیں اپنی جان بچا کر بھاگے ہیں ہمارے اپنے دشمن ہو گئے تھے۔“

”ہائے میرے ربا آج کل لوگوں کے تو خون سفید ہو گئے ہیں۔“

”بس کیا کریں اماں جی! اس کا باپ مجھ سے اس کی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا جبکہ یہ میرے سکے تایا کی بیٹی ہے اور ہم دونوں بچپن سے ایک دوجے کو چاہتے ہیں یہ میری منگ تھی اور یہ میری غیرت کو قبول نہ تھا کہ یہ کسی اور کی ڈولی میں بیٹھے میں اسے لے کر فرار ہو گیا میرے والدین تو ہیں نہیں جو میرا ساتھ دیتے اور سگاتا میری جان کا دشمن تھا اور اب اس کے نوکر توں کی طرح ہمیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں ہمارے پاس تو رہنے کو بھی ٹھکانا نہیں ہے۔“ اردل خان نے بیٹھے بیٹھے ہی من گھڑت کہانی بنا کے سنا ڈالی۔

”ایسے نہ بول پتر! رب سو ہنسب کی مدد کرنے والا ہے رہنے کی فکر ہی نہ کر میرا اپنا ذاتی دو کمروں کا چھوٹا سا گھر ہے تم دونوں میرے ساتھ چلو۔“ وہ عورت اردل خان کی سنائی کہانی پر ایمان لے آئی تھی۔

لاریب حیران پریشان بیٹھی تھی اور اردل خان تیرنٹانے پر لگتے دیکھ مسکرا رہا تھا۔

ٹرین اپنی پوری رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی اور لاریب کا دل ڈوبتا جا رہا تھا اردل خان نے اسے دھمکی دے کر بہت بے بس کر دیا تھا۔

”میں اس عورت کو ساری سچائی بتا دیتی ہوں۔“

”میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہی ہو اب میرا کوئی بھی پلان تمہاری وجہ سے قلاب ہوا تو میں تمہارا وہ حال کروں گا کہ ساری زندگی یاد رکھوں گی اور جو کچھ میں نے اس بڑھی کو بتایا ہے اب وہی سچ ہے اسے کچھ بتانے کا یا بھاگنے کا سوچنا بھی مت۔“ اردل خان تقریباً اس کے کان میں گھسا سرگوشیوں میں کہہ رہا تھا۔

لاریب نے ایک نظر اس پر ڈالی اپنی جان بچانے کے لئے نقلی داڑھی مونچھ لگائے وہ پہنچانا نہیں جا رہا تھا مگر اس کی ڈارک براؤن آنکھوں میں موجود سفاکیت اس کا بھید کھول رہی تھی۔ لاریب نے ڈر کر نگاہ جھکا لی۔

”آؤ بیٹا! شرماتے کی ضرورت نہیں ہے اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔“ اصغری بیگم نے ہاتھ پکڑ کر لاریب کو اندر کیا تھا۔

”خالہ بڑی جلدی آگئیں اور یہ دونوں کون ہیں؟“

”سیکنہ! تو جا کر روٹی پانی کا انتظام کر یہ مہمان ہیں۔“ اصغری بیگم نے پڑوس میں رہنے والی 24-25 سال کی سانولی سی لڑکی سے کہا اور وہ برقعہ اتار کر منہ دھونے چل دیں۔

”تم نے یہ کیسی بات کی بیٹا! دو لوگوں کی روٹی مجھ پر بھاری نہیں ہے غریب ہوں تنگ دل نہیں ہوں۔“

”پھر بھی اماں جی! ہم کب تک آپ پر بوجھ بنیں گے اگر آپ چاہتی ہیں ہم یہاں رہیں تو ہمیں اپنا اور پرکاش پورشن کرائے پردے دیں ورنہ ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔“ اردل خان غصہ کی اداکاری کرتے ہوئے بہت جذباتی لہجے میں کہہ رہا تھا کہ انہیں مانتے ہی نہ تھے۔

”چلو بیٹا! جیسے تمہاری مرضی اور میں ابھی کچھ دیر میں قاضی صاحب کو بلا کر تم دونوں کا نکاح پڑھوا دیتی ہوں سیکنہ جاذرا! اوپر کی صفائی کر دے اور کسی بچے کو بھیج کر قاضی صاحب کو بلوائے۔“ اصغری بیگم ایک منٹ میں فیصلہ کرتیں اندر کو چل پڑیں یہ دیکھے بغیر کے ان دونوں کو ہی سانپ سونگھ گیا ہے۔

اردل خان اس حیرت سے پہلے باہر آیا تھا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا کہ سیکنہ چلی آئی اور اس کے ساتھ ایک اور لڑکی تھی وہ خاموشی سے ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں کچھ گھنٹوں پہلے سیکنہ نے ان کا سامان لے جا کر رکھا تھا۔ اردل خان کی واپسی کچھ ہی دیر میں ہو گئی تھی اس کے ہاتھ میں کچھ تھا جو اس نے گھن میں پیچھی چار پائی پر بیٹھی اصغری بیگم کو دے دیا تھا۔

”یہ 10 ہزار روپے ہیں گھر کے ایڈوائس اور نکاح کے انتظامات کے لئے ہمارے پاس اتنا تو کچھ بھی نہیں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں آپ ان پیسوں سے ان خالی کمروں میں کچھ چیزیں ڈلوادیں۔“

”سیکنہ او سیکنہ۔“ رقم لیتے ہوئے انہوں نے آواز لگائی۔

”اری سیکنہ! تیری خالہ اپنی بیٹی کا سامان بچ رہی تھی۔“

”کہاں خالہ! پورے چھ ہزار کا بیج رہی ہیں (اتنے میں تو نیا آ جاتا ہے) اور تم تو جانتی ہو جیلہ کو طلاق ہوئی ہے اس کا برتا ہوا فرنیچر کون خریدے گا۔“

”چل زیادہ باتیں نہ بنا“ اور جلدی جلدی صفائی کر میں تیری خالہ کے گھر سے ہو کر آتی ہوں۔“ اصغری بیگم برقعہ سنبھالتی باہر نکل گئیں۔ انہوں نے سیکنہ کی خالہ سے خرید کر فرنیچر اور پڑالا اور کچھ ہی گھنٹوں میں اردل خان اور لاریب کا نکاح بھی پڑھوا دیا۔

☆.....☆.....☆.....☆

”تم یہ مت سمجھنا کہ اپنی جان بچانے کے لئے میں نے جو کھیل کھیلا ہے اسے ساری زندگی چلاؤں گا۔ بس کچھ ہی

دنوں میں سب ٹھیک ہو جائے گا تو میں اپنی دنیا میں لوٹ جاؤں گا اس نکاح کی میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے تم سے مجھے انتقام لینا تھا اور وہ میں تم سے لے کر رہوں گا کیونکہ اردل خان اپنے مجرم کو معاف نہیں کرتا۔“ اردل خان کمرے میں گھسے ساتھ ہی شروع ہو چکا تھا لاریب نے ایک جھٹکے سے گھونٹ الٹ دیا۔

”میں نے کہا تھا اردل خان! کہ میرا رب میری مدد ضرور کرے گا اور دیکھو تم اپنے بنے جال میں خود ہی پھنس گئے تم ناجائز طریقے سے مجھ تک پہنچنا چاہتے تھے اور میرے رب نے تمہارے ارادوں پر پانی پھیر دیا۔“ لاریب نے غصے سے کہتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو بے دردی سے پونچھ ڈالا۔

”پہلے تم ہو بہت حسین۔“ اردل خان نے اپنی خوبصورت آنکھیں اس کے سجے سنورے روپ پر جمائیں سرخ رنگ کے قمیض شلوار میں ہونٹوں پر سرخ لب اسٹیک ماتھے پر ٹیکا آنکھوں میں کاجل گلے میں پڑی سونے کی چین کان میں پڑے ننھے ننھے سے ٹاپس ہاتھوں میں بھر بھر کالج کی چوڑیاں پہنے وہ اردل خان کو مہبت سا کر گئی تھی وہ کچھ پل اسے بے خود سا بنے گیا اور اس کی نگاہوں کی حدت سے اس کی ہتھیلیاں پیچ گئیں اور وہ تھوڑی سی پیچھے کو کھسک گئی اس کی اس حرکت پر اردل خان قہقہہ لگا کر ہنسا تھا اور اس کا حنائی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کچھ دیر اسے دیکھتا رہا اور بولا۔

”ابھی کچھ دیر پہلے تم کسی حقیقت کی بات کر رہی تھیں اردل خان نے اپنے لب اس کے ہاتھ پر رکھنا چاہے تو اس نے فوراً ہی پیچھے کر لیے اور بیڈ سے نیچے اتر گئی۔

”کہاں جا رہی ہو ابھی تو مجھے حقیقت بتا رہی تھیں اور اب خود یہاں سے بھاگ رہی ہو۔ یعنی حقیقت سے منہ چھپا رہی ہو لاریب حسن تم سوچ رہی ہو گی میں نے لاریب اردل خان کیوں نہیں کہا۔ تو صرف اس لئے میری جان کہ تم ابھی بڑا اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھیں کہ اس نے تمہیں مجھ جیسے وحشی سے بچالیا مگر تم یہ بھول گئیں لاریب کہ میں چاہوں تو ابھی کہ ابھی تمہیں لاریب حسن بتا دوں کچھ دیر پہلے کیے اقرار کو انکار میں بدل دوں کیا روک پاؤ گی تم یا تمہارا خدا؟“

اردل خان نے دیوار سے لگی لاریب کو دیوار پر دائیں بائیں ہاتھ رکھ کر متعین کر لیا تھا۔

”چچ چچ..... افسوس ہوتا ہے جب میں کسی کو رحم کی بھیک مانگتے دیکھتا ہوں۔“ اردل خان نے اس کے آنسو اپنی پوروں پر سیٹ کر پھونک ماری تھی اور قہقہہ لگاتا ہوا بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔

”شراب تو میسر نہیں ہے ڈارلنگ پانی ہی پلا دو۔“

”آج میں تمہیں اپنی کہانی سناتا ہوں میرے ماضی کو جاننا تمہارا حق ہے مائی بیٹر ہاف۔“ گلاس خالی کر کے اسے دیا اور آنکھ کا کونا دبا کر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”تمہیں مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے بغیر جھٹکے یہاں بیٹھ سکتی ہو وہ کیا ہے نامیرے منہ کو حرام کی لگی ہوئی ہے اور حلال مجھے راز آتا نہیں ہے اچھا تو میں کیا کہہ رہا تھا ہاں ماضی ہم جس فارم ہاؤس سے ابھی بھاگے ہیں نا وہ میرے دادا جان کا ہے اور ان کی حق حلال کی کمائی سے بنا ہوا جسمی تو کچھ گھنٹے ہی وہاں رک سکا (قہقہہ)۔ میرے دادا جان اچھے انسان تھے ان کا اپنا ایپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس تھا میرے والد ان کے اکلوتے بیٹے تھے اور شادی کے 11 سال بعد پیدا ہوئے تھے میرے دادا کو کینسر تھا میرے والد اس وقت بہت چھوٹے تھے دادی نے دادا کی زندگی بچانے کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا مگر دادا کو نہیں بچا سکیں اور دادا کے انتقال کے دو سال بعد دادی بھی گزر گئیں اس وقت میرے والد کی عمر 18 سال تھی وہ یکدم بے سہارا ہو گئے تھے انہیں کوئی سنبھالنے والا نہیں تھا انہوں نے غلط لوگوں کی دوستیاں پال لیں اور غلط راہ پر چل نکلے مگر انہوں نے دادا کا فارم ہاؤس نہیں بیچا گھر اور بزنس تو کب کے ختم ہو چکے تھے مام ایک کال گرل تھیں ڈیڈ کو ان سے محبت ہو گئی اور انہوں نے ان سے شادی کر لی اور شادی کے 4 سال بعد میں ہوا مام نے میری پرورش

کی ذمہ داری آیا پر ڈال دی ڈیڈ غلط کام کرتے تھے اور میں انہی کی راہ پر چل نکلا ڈیڈ نے ایک ہی عورت کے ساتھ ساری زندگی بسر کی مگر میں یہاں ڈیڈ کے نقش قدم پر نہیں چل سکا۔ اور اب ایک مزے کی بات بتاؤں لاریب میں نے ابھی جو 10 ہزار اس بڑھی کو دیئے تھے وہ حلال کی کمائی کے تھے۔ دادا جان کے لاکر میں ان کے زمانے سے ہی رقم پڑی ہوئی تھی مگر انہیں نکالنے کی کبھی نوبت نہیں آئی تھی مگر اس دن وہاں سے بھاگتے ہوئے میں نے فارم ہاؤس کے پیچہ ز اور وہ رقم جو 35 ہزار روپوں کے لگ بھگ ہے نکال لی اور یہ سب تمہیں اس لئے بتایا ہے کہ تم یہ یقین کر لو کہ سب ”حلال“ ہے اور اب یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرنا اور میرا تم سے وعدہ ہے جس دن سب ٹھیک ہوا تمہیں آزاد کرادوں گا“ مگر تمہیں حاصل.....“ اردل خان نے چپ ہو کر آنکھیں موند لیں۔

”میں نے زندگی میں کبھی کوئی نیکی نہیں کی اور نہ ہی کبھی کرنے کی تمنا ہے مگر اس کے چہرے اور آنکھوں میں جانے کیا تھا کہ میں کبھی نہ ہارنے والا اردل بے بس ہو گیا اور اسے ایک خوف سے نکالنے کے لئے اپنی ڈگر سے ہٹ کر تمام سچائی بتادی۔“ اردل خان سوچتے ہوئے سو گیا تھا اور لاریب دوسرے کمرے میں صوفے پر لیٹی آنسو بہاتے ہوئے مستقل سوچے جا رہی تھی۔

”زندگی بھی ایک دم کیا سے کیا ہو گئی ہے جن حالات میں میرا نکاح ہوا ہے وہ بہت برے سہی مگر میں کسی غلط کام سے بچ گئی ہوں مگر میں اردل خان کی بات کا کیسے یقین کر لوں۔ لیکن اردل خان کو اس وقت جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں تھی اور ہو سکتا ہے وہ سچ کہہ رہا ہو اور اگر اس کی بات سچ ہے تو میرا رب آگے بھی میری مدد کرے گا اور ہو سکتا ہے۔“

اردل خان واپس اپنی دنیا میں لوٹ ہی نہ سکے حلال کا ایک لقمہ اس کی زندگی بدل دے اور میں اپنے رب کی رضا میں راضی رہتے ہوئے اردل خان کو نیکی کی راہ پر چلنے میں مدد دوں گی۔“ جیسے ہی اس کے ذہن میں روشنی کی نمودار ہوئی وہ اٹھ کر وضو کرنے چل دی اور نماز کی نیت باندھ لی۔

”اے میرے مالک! میں تجھ سے التجا کرتی ہوں تو نے جیسے اب تک میری حفاظت فرمائی ہے آگے بھی اپنی رحمت کا سایہ مجھ پر رکھنا اور جس انسان کو تو نے میرا محافظ بنایا ہے اسے نیکی کی راہ دکھانا، حرام سے دور کر کے حلال کمانے کی توفیق فرمانا اے میرے رب! میری تجھ سے التجا ہے مالک مجھے دنیا و آخرت میں سرخرو کر دینا۔“ لاریب نے دعا مانگ کر اپنے آنسو صاف کیئے اور جائے نماز طے کر کے صوفے پر آ کر لیٹ گئی اور کچھ ہی دیر میں وہ پرسکون نیند سو رہی تھی اپنے رب سے مانگ کر اس سے لو لگا کر وہ مطمئن ہو گئی تھی۔

☆.....☆.....☆.....☆

”تمہارا دماغ چل گیا ہے شاید اردل خان دو ٹکے کی خاطر نوکریاں کرتا پھرے ابھی اتنے برے حالات نہیں ہیں ابھی میرے پاس کچھ رقم ہے۔ مجھے یہ بات تمہیں بار بار سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں یہاں زیادہ دن ٹھہرنے والا نہیں ہوں، مصلحت کے پیش نظر اس کو ٹھڑی میں پڑا ہوں تو یہ مطلب کہیں سے نہیں نکلتا کہ چار پیسے کمانے کے لئے کچھ نہیں تو موٹر مکینک ہی بن جاؤں۔“ اردل خان نخوت سے کہہ رہا تھا۔

”اردل خان! محنت میں شرم کیسی اور 25 ہزار کی رقم کب تک آپ کا ساتھ دے گی بیٹھے بیٹھے تو خزانے بھی خالی ہو جاتے ہیں اور پھر یہ تو معمولی سی رقم ہے۔ پلیز اردل میں آپ سے ریکویسٹ کرتی ہوں کہ اپنی گزری زندگی کو بھول جائیے قدرت آپ کو موقع دے رہی ہے اس سے فائدہ اٹھائیں، برائی کی زندگی کو چھوڑ کر نئی زیست کی طرف قدم بڑھائیں۔“

”بس میں خاموش ہوں تو اس کا مقصد یہ نہیں ہے جو دل میں آئے گا وہ کہو۔ گی اور تم ہوتی کون ہو مجھے برا کہنے والی!

مجھے راستہ دکھانے والی۔“

”بیوی ہوں میں آپ کی۔“ وہ آہستگی سے کہنے لگی۔

”تمہارے کہنے یا ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا ان کاغذوں کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے اگر ہوتی تو کب کا تمہیں تمہارا حق دے چکا ہوتا مگر جس رشتے کو میں تسلیم ہی نہیں کرتا تو تم اسے بنیاد بنا کر میری بگڑی کیوں سنوارنے چلی ہو۔“ اردل خان تکیے چوتھوں سے اسے گھور رہا تھا۔

”آپ نے زندگی کو مذاق سمجھا ہوا ہے زندگی اتنی ارضا نہیں ہوتی اردل خان! جسے بے بنیاد مفروضوں کی نظر کر دیا جائے۔“ لاریب یکدم بے بس سی ہو گئی تھی۔

”میرے لئے زندگی کی حقیقت بس اتنی ہی ہے کہ اسے اپنی مرضی سے گزار دیا جائے اور میں اپنی زندگی میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتا اور تم تو مجھ سے نفرت کرتی تھیں، بھول گئیں تمہارے بھائی کو زندگی سے موت کی جانب کھینچنے والا اور کوئی نہیں اردل خان تھا۔“ کچھ دنوں سے دل میں کھٹکتی بات آخر زبان پر آ گئی تھی۔

”بھولی نہیں ہوں اردل خان! اپنی موت کا زخم تو ان مٹ ہوتا ہے مٹائے سے نہیں مٹتا، بھلائے سے نہیں بھولتا میں بھی کچھ نہیں بھولی اور آپ یہ مت سمجھنا اردل خان کہ میں آپ سے ڈر گئی ہوں جیسی اس رشتے کو یا آپ کو اہمیت دینے لگی ہوں، ایسا کچھ نہیں ہے اردل خان میں صرف اپنے خدا سے ڈرتی ہوں اور اپنے رب کی رضا میں راضی ہو گئی ہوں، میرے اللہ نے کچھ تو بہتر سمجھا ہوگا جیسی آپ اور میں ایک رشتے میں بندھ گئے اور میں آپ سے لڑ سکتی ہوں، خود سے لڑ سکتی ہوں، مقدر سے یا اپنے رب سے نہیں لڑ سکتی کیونکہ جو چیز مجھے اور آپ کو غلط لگ رہی ہے وہ میرے اللہ کی نظر میں درست ہے اور ہم کون ہوتے ہیں خدائی کاموں میں مداخلت کرنے والے ہم دونوں ہی ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔“

ہمارے دلوں میں ایک دوجے کے لئے محبت نہیں ہے، لیکن ہمیں پریشان ہونے یا ایک دوسرے کو نچا دکھانے کی کوششیں ترک کر دینی چاہیے کیونکہ جس رب نے ہمیں جوڑا ہے وہی ہمیں محبت اور آسانیاں بھی عطا فرمائے گا، کیونکہ ہمارا رب ہم سب پر بہت مہربان ہے اور وہ اپنے بندوں کے ساتھ نا انصافی نہیں کرتا یہ خدا کی طرف سے ہم دونوں کی آزمائش ہے اگر آپ بہت برے ہیں تو بہت اچھی تو میں بھی نہیں ہوں اور آپ کو میرے لئے میرے رب نے چنا ہے۔ میں اپنے رب کی آزمائش پر پورا اترنے کی کوشش کروں گی اور آپ سے کبھی بھی ہوں کہ اس حقیقت کو جتنی جلدی جان لیں سمجھ لیں آپ کے اور میرے ہم دونوں کے حق میں بہتر ہوگا۔“ لاریب اردل خان کو ساکت چھوڑ کر اپنے آنسو صاف کرتی کچن میں آ گئی اور رات کے کھانے کی تیاری میں لگ گئی۔ اردل خان بیڈ پر چٹ لیٹا، دھوئیں کے مرغولے چھوڑ رہا تھا، اس کا ذہن بار بار بھٹک کر لاریب کی کبھی باتوں میں الجھ رہا تھا۔

”کوئی کیسے اتنا اچھا ہو سکتا ہے کہ اتنے برے حالات سے بھی سمجھوتہ کر لے لاریب میرے بارے میں سب جانتی ہے، میرا ہر برا عمل اس کے سامنے آچکا ہے اور وہ مجھ سے جن حالات میں جڑی وہ کچھ اچھے نہیں تھے پھر بھی..... پھر بھی اس نے اس رشتے کو کتنی آسانی سے قبول کر لیا ہے اور وہ کتنی مطمئن ہے ایسا اطمینان مجھے کبھی بھی نصیب نہیں ہوا، میرے پاس دنیا کی ہر دولت اور آسائش تھی اور آج مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ میرے پاس سکون کی دولت نہیں تھی اور لاروش حسن اس نے مجھ سے جڑ کر بھی کبھی کچھ غلط نہیں کیا اس نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا وہ برے کی طرف قدم بڑھا کر اس غلط رنگ میں کبھی نہیں رنگا یہ کیسی طاقت ہے جو اسے برے کام کی طرف بڑھنے سے روکتی تھی اور وہ جب برے کام میں پھنس گیا وہ تب بھی کتنا بے چین رہتا تھا وہ کیسی بے چینی تھی جس نے کبھی مجھے اپنے حصار میں نہیں لیا، برائی کو گلے لگاتے بھی مجھے ڈر کیوں نہیں لگا اور یہ کیسا ڈر لاریب حسن کو لاحق ہے کہ اس ڈر کی خاطر اس نے مجھ جیسے بد کردار انسان کو اپنا شوہر تسلیم کر لیا

ہے۔ وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر ہاتھ پھیلائے گڑ گڑا کر دعا کرتی ہے اور اس کے چہرے پر کیسا نور ہوتا ہے وہ کتنی مقدس اور پاکیزہ ہی لگتی ہے اس کے پاس کل تک سب کچھ تھا وہ سب اس سے چھین گیا شوہر ماں بھائی کوئی بھی تو نہیں بچا اور وہ پھر بھی کسی سے شکوہ نہیں کرتی وہ ہر بات میں ”میرا اللہ“ ”میرا رب“ کرتی ہے وہ اگر مسلمان ہے تو مسلمان تو میں بھی ہوں۔ مگر وہ سب جو اسے میرے مجھے کیوں نہیں ہے۔“ اردل خان سوچتا جا رہا تھا اور الجھتا جا رہا تھا۔

”تمہارے پاس ایمان کی کمی ہے۔“ اردل خان نے بہت چونک کر ادھر ادھر دیکھا کمرے میں اس کے سوا کوئی نہیں تھا۔

”تمہارے پاس ایمان کی کمی ہے اردل خان! تم کہتے ہو تم مسلمان ہو۔ مگر اس کا کیا ثبوت ہے تم نے کبھی نماز پڑھی اپنے رب کا نام لیا؟“ پیٹ تو ایک کتاب بھی بھر لیتا ہے اردل خان اور تم نے بھی ہمیشہ پیٹ بھر کر کھایا کبھی اپنے رب کا شکر ادا نہ کیا رب نے حرام مال سے دور رہنے کو کہا کیا تم نے حرام رزق سے دوری بنائے رکھی؟“ نہیں.....“ کوئی اس کے اندر سے بول رہا تھا اور وہ ادھر ادھر نگاہ گھما رہا تھا پھر چیخنے لگا۔

”کون ہو تم“ سامنے آؤ۔“ لاریب اس کے چیخنے پر کمرے میں آئی تو وہ لپک کر اس کی جانب آیا۔

”یہاں کوئی ہے وہ مجھ سے جانے کیا کہہ رہا تھا مجھے اس کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی اور وہ جو کوئی بھی ہے سامنے کیوں نہیں آتا وہ مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے۔“ اردل خان کافی بے بس اور جھنجھلایا ہوا سا لگ رہا تھا۔

”یہاں کوئی نہیں ہے اردل خان! وہ آپ کے ضمیر کی آواز ہے جو آپ کو گہری نیند سے بیدار کرنا چاہتی ہے آپ کو خیر کی جانب لوٹنا چاہتی ہے۔ آپ کا رب آپ کو اپنی جانب بلا رہا ہے اردل خان حق اور فلاح کی آواز ہر طرف گونج رہی ہے اسے خالی ساعتوں سے نہیں دل سے سننے کی کوشش کریں ہر گھنٹی سلجھ جائے گی سچائی آپ کو ڈھونڈ رہی ہے رب کی رحمت جوش میں آگئی ہے وہ اپنے گناہ گار بندے کو بخشے پر آمادہ ہے آپ ایک قدم اس کی جانب بڑھائیں گے وہ مہربان رب سو قدم آگے بڑھ کر اپنی رحمت میں آپ کو جگہ دے گا اس پکار کو سننے کی کوشش کریں یہ وقت آگاہی کا ہے ایمان کی دولت آپ کی طرف بڑھنے کو ہے اسے آگے بڑھ کر سینے سے لگالیں قلب پر چھائی برسوں کی سیاہی خود ہی چھٹ جائے گی۔“ لاریب اس کا ہاتھ تھامے دھیرے دھیرے بے خودی کے عالم میں کہہ رہی تھی اردل خان اسے بہت غور سے سن رہا تھا اس کی آنکھیں دھندلانے لگیں اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ لاریب نے اسے دل کھول کر رونے دیا اور مسکراتے ہوئے اپنے آنسو صاف کر لیے اس کا ایک درست فیصلہ روشن دیپ لینے ان کا منتظر تھا۔

☆.....☆.....☆.....☆

”دعا سے کچھ نہیں ہوتا“ نصیب کا لکھا دعاؤں سے نہیں ملتا تو کیوں ہم دعائیں مانگیں۔“ وہ بہت تلخی سے بولی۔

”دعا کی اہمیت سے منکر ہونا کم عقلی کے سوا کچھ نہیں ہے دعا عبادت کا درجہ رکھتی ہے اور دعا سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔“ ایمان خان بہت عقیدت سے کہہ رہی تھی اور وہ دونوں اپنی بیٹی کی باتیں سن کر مسکرانے لگے۔

”دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے تو میری کیوں نہ بدل گئی میں نے بھی تو بہت تڑپ تڑپ کر گڑ گڑا کر اس رب سے التماس کی تھی تو میری دعا کیوں نہ قبول ہوئی اور میں نے کچھ زیادہ تو نہ مانگا تھا صرف ایک شخص کا ساتھ مانگ رہی تھی وہ مجھے نہیں ملا اور جب ہونا وہی ہے جو مقدر میں لکھا ہے تو کیوں میں مانگتی پھروں؟“

”تم نے پوری کائنات میں سے صرف ایک شخص کو مانگا اور وہ تم کو نہیں ملا تو تمہاری نظر میں دعا کے معنی ہی بدل گئے تم عشق مجازی کی خاطر عشق حقیقی سے منکر ہو گئیں اللہ اپنے بندے کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا اللہ کو تمہارا اور اس کا ساتھ منظور نہیں تھا وہ تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کر لیا جس کو تم سب کچھ سمجھ رہی ہو مگر یہ تو ممکن ہے کہ تمہارا رب تمہیں اس

سے بھی زیادہ بہتر جیون ساتھی دینا چاہتا ہو کیونکہ اللہ ہماری شہرہ رگ سے بھی قریب ہے اور بندہ جب اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ رب جو بغیر مانگے نوازتا ہے پھیلے ہاتھوں کو ٹھکرا دے گا؟ اور ایک بات بتاؤ مائرہ کیا تمہارے می ڈیڈی تمہیں نہیں چاہتے؟ چاہتے ہیں نا مگر جب تم بیمار ہوئی ہو تمہارا گلا خراب ہوتا ہے وہ کیا تمہیں آنسکریم کھانے سے نہیں روکتے اور وہ اگر ایسا کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے ایک ماں کبھی اپنے بچے کو کنکر یا مٹی نہیں کھانے دیتی اور اگر محصوم بچہ نادانی میں پتھر منہ میں رکھ لے تو ماں اس کے حلق میں انگلی ڈال کر نکال لیتی ہے کیونکہ اسے پتہ ہے یہ میرے بچے کے لئے نقصان دہ ہے تو ہو سکتا ہے مائرہ جو انسان تمہیں بہتر لگ رہا ہو وہ اللہ کو تمہارے لئے مناسب نہ لگا ہو۔ جی نہیں اس سے جدا کر دیا ورنہ اللہ تو اپنے بندے کو ستر ماؤں سے زیادہ چاہتا ہے اور جب ماں سے بچے کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی تو اللہ اپنے بندے کو کیسے تکلیف میں دیکھ سکتا ہے۔“ ایمان اپنی بچپن کی دوست مائرہ کا ہاتھ تھامے بہت رسان سے سمجھا رہی تھی اور جہاں مائرہ کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں وہیں دروازے میں کھڑے مسٹر اینڈ مسز اردل خان کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں تھیں وہ دونوں کسی عزیز کی عیادت کے بعد گھر لوٹے تو وہ دونوں باتوں میں مگن تھیں اور وہ دونوں ڈرائنگ روم کے دروازے پر ٹھہرے گئے تھے۔

”کیا ہوا اردل! جب سے آپ خاموش ہیں آخر کیا بات آپ کو پریشان کر رہی ہے؟“ لاریب نے کافی کا کپ اسے دیا اور بیڈ پر نیم دراز ہو کر کبل پیروں پر پھیلا لیا اور دھیرے دھیرے اردل خان کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی اردل خان مسکراتے ہوئے بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا 20 برس گزر جانے کے بعد بھی وہ بہت حسین اور محصوم تھی اور اس کی ایک نگاہ سے ہی پکسل جاتی تھی۔

”ایسے کیا دیکھ رہے ہیں کافی پی لیس ٹھنڈی ہو جائے گی۔“

”تم اتنے برس گزر جانے کے باوجود نہیں بدلیں۔“

”آپ کا خیال ہے کیا مجھے بدل جانا چاہیے تھا اور اگر میں بدل جاتی تو آپ کیا کرتے۔“ وہ دھیرے سے مسکاتی تھی۔

”میں کہہ رہا تھا تم آج بھی بہت حسین ہو وقت تو لگتا ہے تمہیں چھوٹے بغیر گزر گیا ہے۔“ اردل خان نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے شرارت سے بدل جانے کا مفہوم سمجھایا تو اس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔

”ہا ہا..... یار! جوانی سے بڑھاپا آگیا اور تمہارا مجھ سے شرمناک اور گھبرانا اول روز کی طرح ہے۔“ لاریب کے ہاتھ کھینچ لینے پر وہ شرارت سے کہتے ہوئے کافی کا کپ اٹھا کر سپ لینے لگا مگر نگاہ لاریب کے چہرے پر جمی تھی۔

”آپ بھی نابات کہاں کی کہاں پہنچا دیتے ہیں میں دیکھتی ہوں شاذل کہاں ہے اور ایمان سونے کے لئے لیٹی کہ نہیں۔“ اردل خان بے حد مسکراتے ہوئے اسے واپس بٹھاتے ہوئے بہت پیار سے بولا۔

”دونوں آرام کر رہے ہوں گے۔“

”اردل! ہماری بیٹی کتنی پیاری سوچ رکھتی ہے اور اس وقت کتنا اچھا بول رہی تھی۔“ لاریب نے اس کی توجہ خود سے ہٹانے کو موضوع بدل دیا جس میں وہ کامیاب رہی تھی۔

”ہاں! آج اپنی بیٹی کو سن کر مجھے خود پر فخر محسوس ہوا تھا اور یہ سب صرف تمہاری وجہ سے ہے آج ہمارے بچے جس جگہ پر ہیں جو مثبت سوچ رکھتے ہیں وہ تمہاری ہی وجہ سے ہے اور جہاں آج میں ہوں وہ بھی صرف تمہاری بدولت میں تو کتنا بگڑا ہوا تھا مجھے راہ راست پر لانے والی تم ہی تو ہو اور جانے میں نے برائی کی دلدل میں پھنسے ہوئے بھی کوئی نیکی کی تھی جس کے انعام میں مجھے تم جیسی باحیا اور اعلیٰ سوچ والی لڑکی کا ساتھ نصیب ہوا۔ اگر تم نہ ہو تیں لاریب تو میں شاید کبھی نہ بدل پاتا ہمیشہ ایک برا انسان اور ملک دشمن ہی رہتا۔“ اردل خان کی آنکھیں جھلملانے لگیں تھیں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیش کش

(WWW.PAKSOCIETY.COM)

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے آپ کیلئے پیش کیا۔

ہم خاص کیوں ہیں؟؟؟؟

یہ واحد ویب سائٹ ہے جہاں سے تمام بھارت، ڈاکٹر، مادل، عمران سیرج، شاعری کی کتابیں، بچوں کی کہانیاں، اور اسلامی کتابیں

ڈاؤن لوڈ کرنے کے ساتھ ساتھ آن لائن پڑھ بھی سکتے ہیں۔

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

اگر آپ کو ویب سائٹ پسند آئی ہے تو پوسٹ کے آخر میں اپنا تبصرہ ضرور دیں۔

اپنا تبصرہ صرف پوسٹ تک محدود رکھیں۔ درخواست کے لئے رابطہ کا صفحہ استعمال کریں۔

اپنے دوست احباب کو بھی پاک سوسائٹی کے بارے میں بتائیں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی انتظامیہ سے مالی تعاون کیجئے۔ تاکہ یہ منفرد ویب

سائٹ آپ کیلئے جاری رکھی جاسکے۔

پاکستانیوں کے ویب سائٹ

WWW.Paksociety.Com



Library For Pakistan

”پلیز اردل! مجھے گناہ گار نہ بنائیں آپ نے اگر برائی سے اچھائی کی جانب قدم بڑھائے تو اس میں میرا کچھ ہاتھ نہیں ہے ہاتھ سے لڑنے کی طاقت آپ کو ہمارے رب نے دی تھی۔ میں خود گناہ گار کسی کو کیا حق کا راستہ دکھانے میں کامیاب ہو سکتی ہوں جو ہوا سب اللہ نے کیا ہم تو اس کی مرضی کے بغیر ایک پہلے ہلانے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔“ وہ عاجزی سے گویا تھی۔

”رب دنیا میں کسی نہ کسی نہ کسی کا وسیلہ ضرور بناتا ہے اور میرے حق کی طرف لوٹنے کے لئے خدا نے تمہیں وسیلہ بنایا تھا تمہارے سکون اور اطمینان کو دیکھ کر میں سوچتا تھا کہ کوئی انسان اتنا بھی پرسکون رہ سکتا ہے تم یہ سب ہونے کے بعد بھی بہت پرسکون تھیں مجھے برا بھلا کہنے کے بجائے مجھے سمجھاتی رہتی تھیں اور تمہاری اہلی سوچ سے میری کایا پلٹ گئی تھی سچائی کی طرف اپنے رب کی طرف لوٹ آیا اور اس کے بعد تم نے میرے ساتھ کتنا برا وقت گزارا دن کو کھاتے تھے تو رات کو کچھ نہیں ہوتا تھا غریب نے کبھی تمہارے منہ سے شکوہ نہیں سنا جب جب میں بارے لگتا پھر سے میرا ایمان کمزور پڑنے لگتا تم آگے بڑھ کر اپنے یقین اور ایمان کی قوت میں مجھے حماوتی تھیں اور تمہارے یقین کی وجہ سے میں نے ایمان کی طرف قدم ڈالا خود کو رب کی بارگاہ میں پیش کر دیا اور ہمارے مہربان رب نے مجھے بخش دیا میرے رب کی بخشش کا انعام ہی تو ہے کہ آج میں ایک اچھی اور پرسکون زندگی رہا ہوں جہاں میرے گزرے بھیا تک ماضی کی شہینک نہیں ہے کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ اسمگلر اردل خان مر گیا ہے اور یہ جو اردل خان سائیس لے رہا ہے اپنے رب کی بخشی ہوئی سائیس ہیں۔ جو اس کی لاریب کے لئے چل رہی ہیں وہ اردل خان اب کہیں نہیں ہے جو ملک کا ذوق تھا عورت کو شو پیش سمجھتا تھا حرام مال کھاتا تھا وہ اردل خان اگر مرے تو اس میں رب کی رحمت کے بعد کسی کا ہاتھ ہے تو وہ صرف تم ہولاریب! میں تمہارا جرم تھا اور تم نے مجھے سزا دینے کے بجائے ہمیشہ سراسر آنکھوں پر بٹھایا میں تمہاری عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں۔“ اردل خان رو رہا تھا لاریب نے اس کے اٹھے ہاتھ کو تھام لیا۔

”آپ میرے جرم تھے اردل! میں آپ کو سزا دیتی تھی تو مجھے وقتی سکون مل جاتا۔ مگر آپ کو معاف کر کے میں نے دنیا و آخرت میں بھلائی کو پایا ہے۔ اس میں میری کوئی خرابی نہیں ہے میرے رب کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھے طاقت دی اور میں نے جو کچھ کھو دیا تھا اس کا ٹھم مٹانے کے بجائے جو کچھ بچا تھا اس میں خوش ہو گئی اور میں آج بہت خوش ہوں کہ اپنے رب کی آزمائش پر میں پوری اتاری اور دعا کرتی ہوں کہ آگے زندگی میں بھی کبھی کوئی امتحان آئے تو میں بہت ہارنے کے بجائے اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہوئے پوری ہمت سے ہاتھ کا مقابلہ کروں کیونکہ اردل از زندگی اسی کا نام ہے کبھی سچائی جیت جاتی ہے تو کبھی برائی کا چلچرا کچھ دیر کو بھاری ہونا جاتا ہے مگر کامیاب وہی لوگ ہوتے ہیں جو رب کی آزمائشوں پر صبر اور حوصلے سے کام لیتے ہوئے پورا اترتے ہیں اور میری دعا ہے کہ اللہ ہمیں صبر اور شکر کی دولت سے سرفراز فرمادے۔“

”آمین!“ اردل خان نے صدق دل سے کہا اور ہاتھ بڑھا کر لاریب کی آنکھوں سے گرتے موتیوں کو اپنی پوروں پر سمیٹ لیا۔

لاریب نے ایک نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی ہلکی سی داڑھی کے ساتھ وہ بہت دلکش لگ رہا تھا جو بیارے اسی کو تک رہا تھا۔ لاریب نے مسکراتے ہوئے سر اس کے کاندھے پر رکھ دیا اور اطمینان سے آنکھیں موند لیں وہ اپنی آزمائش پر پوری اتاری تھی اور سکون و اطمینان اس کا نصیب بن گیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنے والے صبر کا دامن کڑے سے کڑے وقت میں نہ چھوڑنے والے ہر لحظہ رب کا شکر ادا کرنے والے کبھی ناشاد نہیں رہتے۔

===== ختم شد =====